ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
مُلتان

ربیعُ الثّانی : ۱۴۱۴ھ
اِکتوبر : ۱۹۹۳ء

کیا مُومنوں کیلئے اِس کا وقت نہیں آیا کہ اُن کے دِل اللہ کی یاد کیلئے جُھک جائیں؟

اے وفا کے راہیو

ماضی کے دھندلکے میں دکھائی دینے والے غبار آلود چہرے اور ماضی کے جھروکوں سے آنیوالی رُستاخیز صدائیں ہر مومن و مُسلم کو کوہ و دشت میں جاری و ساری معرکۂ حق و باطل میں شرکت کی دعوت دے رہی ہیں۔ گھوڑوں کی ہنہناہٹ تلواروں کی جھنکار تیروں کی بوچھاڑ نعرۂ اللہ احد، اللہ اکبر اور ھل من مُبارز کی للکار بلاکشانِ محبت الٰہی کو پکار رہی ہے۔

اے شمع توحید کے پروانو! اے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متوالو! اے جادۂ حق کے راہیو! تمہاری وہ ہمتیں کیا ہوئیں اور تمہارے عزمِ جواں کہاں سو گئے تمہیں عرب کے نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس انقلاب کا درس دیا تھا وہ تم نے کیوں طاق نسیاں کی زینت بنا دیا تم وہی ہو جن کے اسلاف نے عجم کے سورماؤں کو جنگ قادسیہ میں ہمیشہ کے لئے تاخت و تاراج کر دیا تھا اور عجم کا سارا غرور و تکبر تہِ خاک دبا دیا تھا! تم وہی ہو جن کے اسلافِ خدامست نے فرعونیوں قارونیوں اور ایرانیوں کا تختِ طاؤس دبدبۂ کیقباد و شوکتِ کیخسرو اور تاج جمشید کو نبی عربی کی دشمنی کی پاداش میں فنا کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ تم وہی ہو کہ تمہارے امام عرش مقام عمر بن خطاب اور تمہارے سپہ سالار افواج نبوی سعد بن ابی وقاص نے سازش عجم کے سب تار و پود بکھیر دیئے اور آج یہ تم ہو کہ عجمی سازش کا صیدِ زبوں ہو چکے ہو۔ آہ یہ تم ہو جو عجمی سازشیوں کے سامنے دم مارنے کی جرأت نہیں کر سکتے ہو۔ آہ یہ تم ہو جو مصنوعی تقدس و پارسائی کے نخچیر ہو اور عجمی سازشیوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوتے انہی کی بولی بول رہے ہو اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھے انقلاب کی بجائے انتظار کی بھنور میں ڈبکیاں لے رہے ہو، تم کس منہ سے اپنے آپ کو خالد بن ولید کا وارث کہتے ہو اور تم کس منہ سے ابو عبیدہ بن جراح کی امانتوں کا اپنے تئیں امین سمجھتے ہو وہ سراپا جد و جہد اور تم سرتاسر جمود و خمود — یاد رکھو انتشاری حیلے تمہاری مشکلات کا حل نہیں اور نہ ہی مختاری چالیں تمہیں بزدلی کے گڑھے سے نکال سکیں گی یہ سبائی دولت اور حکیمی تجبر تمہیں محکومی سے نجات نہیں دلا سکتا۔
تمہیں زندہ رہنا ہے تو عمر کی تدبیر میں عثمان کی حیا۔ اور معاویہ کا حلم و حکمت خالد کی شجاعت کا علم لہراتے ہوتے نبی عربی کا انقلاب برپا کرو اور عجم کی سازش کا شکنجہ عمل ایکمرتبہ پھر چور چور کر دو۔

ابنِ امیرِ شریعت
سیّد عطاء المحسن بخاری

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۷۵۵

ربیع الثانی ۱۴۱۴ھ اکتوبر ۱۹۹۳ء جلد ۴ شمارہ ۱۰ قیمت فی پرچہ =/۸ روپے

سرپرست اکابر

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

حضرت مولانا محمد اسحٰق صدیقی مدظلہ

مجلس ادارت

رئیس التحریر:

سید عطاء المحسن بخاری

مدیر مسئول:

سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد عبد الحق مدظلہ

حکیم محمود احمد ظفر مدظلہ

ذوالکفل بخاری ◎ قمر الحسنین

خادم حسین ◎ ابوسفیان تائب

محمد عمر فاروق ◎ عبد اللطیف خالد

سید خالد مسعود گیلانی

زرِ تعاون سالانہ

◎ اندرونِ ملک =/۱۰۰ روپے ◎ بیرونِ ملک =/۱۰۰۰ روپے پاکستانی

رابطہ

دار بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان — فون ۵۱۱۹۶۱

تحریک تحفظِ ختمِ نبوۃ (شعبہ تبلیغ) مجلس احرارِ اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نور پرنٹرز مقام اشاعت: دار بنی ہاشم ملتان

آئینہ

اداریہ:	دل کی بات	رئیس التحریر	۳
خطاب:	پاکستان کا سیاسی معاشی عدم استحکام	سید عطاء المؤمن بخاری	۵
تاریخ:	ہندوستان میں عیسائیت کی یلغار	حکیم محمود احمد ظفر	۹
تحقیق:	ایک شیعہ کے تیس سوالات کے جوابات	مفتی ابو معاویہ منظور احمد	۱۷
بازگشت:	میں نے قادیانیت سے بغاوت کر دی	زیڈ اے سلیمی	۲۵
سیرت:	انقلابی مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا محمد امین جھنگوی	۲۷
طنز و مزاح:	زبان میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	۳۳
افسانہ:	شاخِ نہالِ غم	شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی	۳۵
مکالمہ:	اپنے دلوں کو ٹٹولیں	طیبہ ملک	۳۷
یادرفتگاں:	لوگ تھے رفتگاں میں کیا کیا کچھ	مجیب الرحمٰن	۳۹
تنقید	تاریخ کو نہ جھٹلائیے	حافظ ارشاد احمد دیوبندی	۴۳
شاعری	حمد	سید عطاء المحسن بخاری	۴۸
	نظم	" "	۴۹
	غزل	پروفیسر عابد صدیق	۵۰
	نظم	پروفیسر محمد اکرام تائب	۵۱
چمن چمن اُجالا:	شہر شہر سے ڈائریاں	مہدی معاویہ	۵۲
خطوط:	حلقۂ احباب	قارئین	۶۲
ترحیم:	مسافرینِ آخرت	ادارہ	۶۴

دل کی بات

اس بات پر بحث نہیں ہو سکتی کہ اسلام ناقابل ترمیم، ناقابلِ تنسیخ و اضافہ اور ایک کامل و اکمل دین ہے اور یہ اپنے قیامت تک کے ماننے والوں سے صرف اطاعت مانگتا ہے ان سے رائے نہیں مانگتا اسلام میں الیکشن کی گنجائش نہیں ہے مگر ان مسلمانوں نے اپنے اوپر خود الیکشن مسلط کر لیا اور ایک مشرک کے تراشیدہ ڈیمو کریسی کے بت کو پوجنا شروع کر دیا نوبت باین جارسید کہ مسلمان مجموعی طور پر اسلام کا طالب نہیں بلکہ یہ ڈیمو کریسی کا طالب بن کر رہ گیا ہے۔ آزادیٔ خیال، آزادیٔ گفتار اور آزادیٔ رائے کا حامی ڈیمو کریٹ شخص آزادی کا طرہ سجائے الیکشن میں کود گیا۔ اور ان تمام ترسیہ مستیوں کے باوجود اسے دعویٰ ہے کہ وہ بہت اعلیٰ مسلمان ہے اور مزید ستم یہ کہ اس کا یہ عمل بھی اسلامی اعمال میں سے ہے۔ اقبال نے سچ ہی کہا تھا۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

اس "اسلامیائے گئے" نظریۂ جمہوریت کی عملی ترویج و نفاذ کیلئے امریکہ سے سند اعتماد لیکر آنے والے جناب معین الدین قریشی صاحب نے لبنی اور چند امریکی، یورپی، اور بھارتی "سرپرستوں" کی نگرانی میں صاف، شفاف منصفانہ اور آزادانہ الیکشن کروا دیا لیکن بے نظیر پھر معترض ہیں۔ اہل پاکستان ان کی اس "خدمت" کیلئے ان کے شکر گزار ہیں اور وہ سیاس کے مستحق۔ الیکشن مہم کے دوران انہوں نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ "نئی حکومت کو میری خدمت" کی اگر مستقبل میں ضرورت پڑی تو حاضر ہوں"۔ کیوں نہیں، آپ کی متواتر متوارث خدمات، جو آپ نے آئی ایم ایف کی ہدایات پر انجام دی ہیں [illegible] اس ا[illegible] کی متقاضی ہیں کہ آپ کو پاکستان کی قضاوقدر کے فیصلوں میں ہمیشہ شریک رکھا جائے آپ کی مزید خ[illegible]ت سے [illegible]ں حاصل کیا جائے کہ یہ سیکولر فیوض و برکات ہی اب پاکستان کا مقدر ہیں "دور معینی" کی خدمات کا ایک سرسری نقشہ کچھ یوں ہے۔

پاکستانی روپے میں ۱۰ فیصد کمی

نادہندہ پاکستانی سیاستدانوں سے ۱۰ فیصد واجبات وصول کئے اور سو فیصد انہیں رسوا کیا۔

پبلک سیکٹر میں ۹۰ فیصد قرضے وصول نہیں کئے گئے اور اسے مزید نوازا گیا۔

بڑی تنخواہ والوں کی چاندی بنا دی اور چھوٹی تنخواہ والے کو اور زیر بار کر دیا پھر بہت سے ایسے فیصلے صادر فرمائے جو سیاستدانوں کے بقول ان کے دائرہ اختیار میں نہیں۔

ان خدمات کے باوجود انہیں مستقبل کی "خدمت" کیلئے ناپسند کیا جائے تو یہ بہرحال اچھی بات نہیں!

انہوں نے تو مرزائیوں کو بھی توقعات دلائیں معین الدین قریشی صاحب ہی کے دور میں غیر مسلموں کو مسلمانوں کو ووٹ دینے کے حق کی بنیاد بھی ڈال دی گئی ہے۔ یہ انوکھا پن پاکستان میں۔ "یہ میرا پاکستان ہے یہ تیرا پاکستان ہے" کی اعلیٰ تعبیر ہے۔ الیکشن ۹۳ء میں پارٹی پوزیشن کچھ اسطرح واضح ہوئی ہے۔

پیپلز پارٹی	۸۶
مسلم لیگ	۷۴
اے این پی	۳
اسلامی جمہوری محاذ	۴
متحدہ دینی محاذ	۲
اسلامک فرنٹ	۳
مسلم لیگ چٹھہ گروپ	۶

اس کے علاوہ اور بہت سی علاقائی پارٹیوں نے حصہ لیا اور کامیابی و ناکامی کے مراحل سے گزر گئیں اصل مقابلہ مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی کے درمیان ہوا پیپلز پارٹی جس "حسن و جمال" کی توقع رکھتی تھی وہ اسے نہیں ملا کیونکہ وہ خود اپنی ذات میں اس سے محروم تھی۔ مسلم لیگ بھی وہ اکثریت نہ لے سکی جو "بابا" کے زمانے میں اسے ملی تھی اگرچہ مسلم لیگ کو اب کے یہ کریڈٹ جاتا ہے کہ وہ تنہا میدان میں تھی اسکا کوئی حلیف اپنا احسان جتانے کیلئے اسکے ساتھ نہیں تھا۔ کاش وہ حلیف حلیف ہی رہتے تو کچھ اور بات بنتی اور انکا بھی بھرم رہ جاتا اور جو سیٹیں ضائع ہوئی ہیں نہ ہوتیں! الیکشن میں کامیابی کی موجودہ صورت حال میں اب جبکہ کوئی جماعت بھی الگ سے حکومت بنانے کے قابل نہیں ایسا لگتا ہے جیسے مخلوط اور قومی حکومت ہی بنے گی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جوڑ توڑ کی مروجہ سیاست سے کوئی ایک جماعت حکومت بنانے میں کامیاب ہو جائے۔

اس الیکشن سے ایک بات بہت واضح ہو گئی ہے کہ اسلام، پاکستانی "قوم" کا مسئلہ نہیں ہے اور اصل مسئلہ سوشل ویلفیئر کا ہے اور اسی کیلئے پاکستان بنا تھا۔

سردار شوکت حیات صاحب جو قائداعظم کے دست راست تھے ان کا فرمان دونوں کامیاب پارٹیوں نے اپنی انتخابی مہم میں حرف بحرف سچ ثابت کر دیا۔ "پاکستان کو اسلام کیلئے بنایا گیا" یہ تو چند "مولویوں" کی رٹ تھی اور اس تازہ الیکشن میں یہ بحث بھی ختم ہو گئی۔ اور اسکا سہرا قاضی حسین احمد مولانا شاہ احمد، نورانی، مولانا سمیع الحق اور مولانا فضل الرحمٰن کے سر پر غرور پر سجتا ہے جو ان قومی مدبروں کے تدبر و بصیرت "کا خاطر خواہ نتیجہ ہے۔

ان تمام مذہبی دھڑوں کی دس سے بھی کم سیٹیں ہیں ان سیٹوں کی طاقت سے اسلام تو کجا یہ اپنی خدمت بھی نہیں کر سکتے لیکن ان میں سے ہر ایک اس خوش فہمی میں مبتلا ہے کہ "بیلنس آف ووٹ اس کے پاس ہے۔ تماشے اور تعجب کے سوا اس پر اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ اور مذہبی اجارہ داروں کے اس منفی رویہ پر ہم بہ صمیم قلب انا للہ و انا الیہ راجعون ہی پڑھ سکتے ہیں۔

اقتدار کی رسہ کشی شروع ہے۔ دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اللہ تعالٰی پاکستان کے حال پر رحم فرمائے اور مذہبی اجارہ داروں کو نوشتہ دیوار سے عبرت پکڑے اور مستقبل میں سر جوڑ کر بیٹھنے، سوچنے، قدم ملانے اور محض خلوص کے ساتھ دین کی خدمت کا جذبہ عطاء فرمائے۔ (آمین)

خطاب: ابنِ امیر شریعت سید عطاء المؤمن بخاری ناقل: معدی معاویہ

پاکستان کے سیاسی و معاشی عدم استحکام کا اصل سبب نظام جمہوریت ہے

اِس نظام کے اندر رہتے ہوئے ایک مسلمان کیلئے دین پر عمل کرنا انتہائی مشکل ہے۔

- جب تک اسلام کا عادلانہ نظام نافذ نہیں ہوتا ہمارا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوگا
- مرزائی کسی بھی نوعیت کا ہو وہ ملت اسلامیہ کا حصہ نہیں۔ مرزائیت یہود و نصاریٰ کا پیدا کردہ گروہ ہے۔

ابنِ امیر شریعت حضرت سید عطاء المؤمن بخاری مد ظلہ نے ۹ اپریل ۱۹۹۳ء کو مسجد احرار ربوہ میں منعقدہ شہداءِ ختمِ نبوت کانفرنس سے جو خطاب فرمایا تھا وہ اپنے موضوع اور مواد کے اعتبار سے نہایت فکر انگیز ہے۔ اس میں نظام ریاست اور سیاسی و سماجی خرابیوں کے اصل اسباب پر غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے اسی افادیت کے پیش نظر اس خطاب ہدیۂ قارئین کیا جارہا ہے (ادارہ)

الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيّات اعمالنامن يهده الله فلامضل له ونشهدان سيد نا محمداً عبده ورسوله صلى الله عليه وعلى آله واصحابه وازواجه اجمعين امابعد! اعوذبالله من الشطين الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

ياايهاالذين آمنوا استعينوا بالصبرو الصلوة ان الله مع الضبرين والا تقولوا لمن يقتل فى سبيل الله اموات ، بل احياء الكن لاتشعرون صدق الله العظيم

صدر گرامی قدر، سرخ پوش احرار ساتھیو!

شہداء ختم نبوت کے عنوان پر برس ہا برس سے دین کے بنیادی و اساسی مسئلہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے قربانی دینے والوں کی یاد کو زندہ رکھنے اور ان کے مقصد کو نسل در نسل آگے منتقل کرنے کے لئے مجلس احرار اسلام نے محض اللہ کے فضل و کرم سے یہ ذمہ داری قبول کی ہوئی ہے دعا کیجئے کہ اللہ پاک ہم سب کو اخلاص عطاء فرمائیں اور محض لِربی رضا کے لئے دین کی سر بلندی اور غلبہ کے لئے اور دین کی قوت و اقتدار کو قائم و دائم کرنے کے لئے توفیق عطاء فرمائے اور یہ سلسلہ اسوقت تک قائم رہے جب تک اللہ کو منظور ہے۔ (آمین)

۱۹۵۳ء میں مجلس احرار اسلام کی دعوت پر اسوقت کے پورے پاکستان کے تمام جید علماء اور دین کا نام لینے والی تمام جماعتوں اور تنظیموں کے تعاون اور اتحاد سے یہ تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت چلائی گئی۔ اس تحریک کے ذریعے کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنا تھا نہ سیاسی اقتدار اور نہ آج یہ ہمارا مطمح نظر ہے۔ بلکہ شہداء کی قربانی نے ایک مسئلہ بالکل واضح طور پر دین سے بیگانہ لوگوں پر واضح کر دیا کہ مسلمان اس وقت تک دین کے نفاذ کی جدوجہد میں کامیابی حاصل نہیں کرسکتا جب تک اپنے جان ومال کی تمام قوتوں کو دین پر قربان کرنے کے لئے آمادہ و تیار نہیں ہوگا۔

میں اس جماعت کا ایک ادنیٰ کارکن اور آپ سب کے ایک بھائی اور دینی خادم کی حیثیت سے کچھ باتیں دوستوں کی کہی ہوئی باتوں کی روشنی میں جماعت کی پالیسی اور اس کے موقف کے بارہ میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ ہم سب کو ملک میں پیش آنے والے حالات کے اسباب معلوم ہوسکیں اور پاکستان میں اسلام کے نفاذ میں جو مشکلات پیش آرہی ہیں اسکی وجوہات سے آگاہ ہوسکیں۔

مرزائیت کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے یوں تو دو لفظوں میں بات کہہ کر ختم کی جاسکتی ہے کہ مرزائی کسی بھی نوعیت کا ہو وہ ملت اسلامیہ کا حصہ نہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہے یہ یہود و نصاریٰ کا پیدا کردہ گروہ ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ اتنی واضح، کھلی اور دو ٹوک بات کہنے کے باوجود آج تک یہ مسئلہ حل کیوں نہیں ہوا؟ اس کی وجہ کیا ہے؟

جب تک کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کے اسباب معلوم نہیں ہوں گے تب تک اس کا حل سامنے نہیں آئیگا۔

اسکے حل نہ ہونے کی بنیادی وجہ وہ نظام ہے جسکو انگریز اپنے وجود کیساتھ یہاں لیکر آیا۔ وہ نظام ہر پہلو سے مسلمان کیلئے اللہ اور اس کے رسول کے احکامات و فرامین کے مطابق زندگی گذارنے کے راستہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ وہ نظام جس کو انگریز نے اس سرزمین پر ہی نہیں پوری دنیا پر پھیلایا آپ غور فرمائیے اور پورے عالمی حالات کو دیکھئے کہ اس نظام کو قبول کرلینے کے بعد بالخصوص پوری دنیا کا مسلمان اور بالعموم تمام انسان کس قدر خوفناک صورت حال سے دوچار ہیں، کفر و شرک کی تمام ترصورتیں اس نظام کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ طاقتور اور توانا ہوتی ہیں بلکہ انہوں نے پورے کرۂ ارضی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جہاں پر کلمہ پڑھ کر زندگی گذارنے والے مسلمان کے لئے دشواریاں، مصائب و آلام نہ پیدا کردیئے گئے ہوں ایک مسلمان اسوقت تک صحیح اور سچا مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکموں کے مطابق زندگی نہ گذارے، وہ اللہ کا ایک اطاعت گذار بندہ اسوقت تک نہیں بن سکتا جب تک اس کے احکامات کو عملی زندگی میں اختیار نہ کرے۔ یہ اسوقت تک ممکن نہیں جب تک مسلمان اپنے تمام اعمال اللہ کی رضا کے لئے کرنے کو تیار نہ ہو لیکن جس نظام کے تحت ہمیں زندگی گذارنے پر مجبور کردیا گیا ہے، طوعاً و کرھاً ہم نے اس کو قبول کیا ہوا ہے اس کے نتائج دیکھ لیجئے کہ ہم سب پنتالیس برس کا سفر طے کرکے یہاں پہنچے ہیں۔

اسلام کے نفاذ کے لئے حکمرانوں، سیاستدانوں اور قومی رہبری کے دعویداروں نے اسلام کے نفاذ کے مسئلہ

میں------ کس کس طریقے سے انہوں نے دھوکہ اور فریب دیکر انہوں نے نہ صرف اس مسئلہ کو ٹالا بلکہ آج کی نئی نسل کو اسلام کے خلاف کردیا۔ آج نئی نسل کا مسلمان نوجوان وہ تمام اعتراضات، وہی سوالات جو یہود و نصاریٰ کرتے تھے وہی سوالات و اعتراضات مسلمانوں کی اولاد اسلام پر کرنے لگی۔

وہ پردے کا مسئلہ ہو وہ قصاص و دیت کا معاملہ ہو، ہماری معاشیات، اخلاقیات اور تہذیب و تمدن کا مسئلہ ہو کوئی بھی مسئلہ ہو اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے حکمرانوں، دانش وروں اور سیاستدانوں نے کیا طرز عمل اختیار کیا ہوا ہے۔

ان کی زبان سے کیا الفاظ نکل رہے ہیں وہ سود کو مسلمان کی جدید زندگی کیلئے لازم قرار دیتے ہیں، وہ اسلام کے متعلق یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ اسلام کے پاس کوئی سیاسی اور معاشی نظام نہیں ہے اس سارے تناظر میں ہمیں اس بات پر یقین کرلینا چاہیئے کہ جب تک اس سرزمین سے کفار کے وضع کردہ نظام ریاست و سیاست کا تختہ نہیں الٹ جاتا۔ اس نظام کو اس سرزمین سے باہر نہیں نکالا جاتا اس وقت تک مسلمان اسلام کے مطابق زندگی گذارنے میں کبھی معاون و سازگار ماحول حاصل نہیں کرسکتا۔ یہ نظام اللہ کے منکروں کا بنایا ہوا نظام ہے انسانوں کا وضع کردہ نظام ہے۔ اس کو جدید تعلیم یافتہ لوگ "مین میڈلاز" (MANMADE LAWS) کہتے ہیں، یعنی انسانوں کے وضع کردہ قوانین۔ پھر وہ قوانین وضع کرنے والے کون لوگ ہیں؟ کس طریقے سے اقتدار پر پہنچتے ہیں؟ ان کی مختلف جماعتیں ہیں وہ جماعتیں اپنے خاص مفادات کے تحت وجود میں آتی ہیں، اس ملک کے اندر آئین سازی کرتے وقت سب سے پہلے وہ اپنی جماعت کے مفادات کو پوری قوم اور ملک سے عزیز سمجھتے ہیں پھر اس ملک کا جو آئین بنایا جاتا ہے وہ انسانیت کی بنیاد پر نہیں ہے۔ اس کے تجارتی، طبقاتی، جغرافیائی اور نسلی مفادات کے تحت آئین سازی کی جاتی ہے۔

دوسری طرف اسلام جو انسان کے خالق و مالک اللہ جل جلالہ کا بنایا ہوا ہے جس کی علم و دانش کے مقابلے میں کائنات کے کسی کی بھی علم و دانش پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا جس کی ذات کے مقابلے میں کوئی ذات بنی نوع انسان کے لئے وہ ہمدردی اور محبت نہیں رکھ سکتی جو اللہ کی ذات کو اپنی مخلوق کیساتھ ہے۔

اللہ نے مخلوق کو پیدا فرما کر اس دنیا میں بھیجا اور پھر اس دنیا کے اندر رہنے سہنے کی تمام ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اللہ نے اسکو ایک نظام اور طرز زندگی دیا، وہ تمام طبقات اللہ نے پیدا کئے ہیں وہ عقلی طبقات ہوں یا ہمہ قسم کی سوچ کے طبقات ان کے درجات ان کی حفاظت تاکہ ان کے حقوق پامال نہ ہوسکیں۔

پھر یہ سب کچھ اللہ نے تمام انسانوں کی عقلوں پر نہیں چھوڑدیا بلکہ انبیاء و رسل کو معبوث فرما کر اس زندگی کو اپنانے اور اس نظام کو قائم کرنے کے لئے آسانیاں پیدا فرمادیں کہ اللہ کے دین پر چل کر زندگی کیسے گذارنی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کو اس مقصد کے لئے مبعوث فرمادیا گیا کہ عبادات کیسے ادا کرنی ہیں؟ ان کے فرائض کیا ہیں؟ ان کا انداز کیا ہے؟ ان کی ضروریات کیا ہیں؟ اس کی جزئیات کیا ہیں؟ تمام چیزوں کی وضاحت اور عملی و صورتی تشکیل متعین کردی ہیں کہ انسان کی زندگی کے وہ تمام گوشے بحیثیت باپ کے، خاوند کے، ماں کے، اور بحیثیت ریاست کے ایک شہری کے اس کے حقوق کیا ہیں؟ انکو کیسے پورا کرنا ہے، تاکہ کہیں بھی کوئی مال و دولت اور جسمانی طور پر طاقتور کسی دوسرے کے حق کو غصب نہ کرسکے۔ یہ نظام اللہ نے دیا۔ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اسکو قائم کردیا۔ اللہ کے اطاعت شعار بندوں کی ریاست قائم کی۔ انہوں نے اللہ کو مانا اور اللہ کو ماننے کا مطلب آنے والی تمام اولاد انسانی پر واضح کردیا کہ اللہ کو ماننے کا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ اب تم اپنی زندگی کے معاملات میں آزاد اور خودمختار ہو، اسکو مانتے بھی رہو اور اپنی عقل و دانش سے اپنی زندگی کے معاملات کو خود ہی حل کرنے بیٹھ جاؤ۔ قطعاً نہیں۔ اگر ایسا ہو اور ایسا سمجھا جائے تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ وہ انسان جو اپنی زندگی کے تمام امور سرانجام دینے میں آزاد و خودمختار چھوڑ دیا گیا ہے اللہ سے زیادہ طاقتور ہے۔ وہ اللہ کے علم سے زیادہ علم رکھنے والا ہے۔ وہ اس کائنات کے بارہ میں (نعوذباللہ) اللہ سے زیادہ جاننے والا ہے۔ وہ اس کائنات میں اپنے لئے جو منافع موجود ہیں ان پر اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں سے زیادہ بہتر طور پر جانتا ہے۔ یہ سوچ، یہ انداز فکر کافرانہ ہے۔ جو اللہ کے احکامات کے مطابق زندگی گذارنے سے انکار کرتے ہیں۔ جو پیغمبروں کی رہبری، ان کی قیادت و سیادت کو قبول نہیں کرتے۔ جو وحی والہام کے بغیر زندگی گذارنے کو بہتر سمجھتے ہیں،

یہ نظام سیاست و ریاست، یہ نظام معاش و معاد تمام کفار کا مدون و مرتب کردہ ہے۔ اس نظام کے ذریعے دنیا کے کسی کونے میں نہ آج تک کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہے نہ آئندہ اس کے امکانات ہیں کہ وہ اسلام جو قرآن کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے جس کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیئس برس کی محنت سے مکہ اور مدینہ میں ہمارے لئے آئیڈیل ریاست قائم کی وہ کافرانہ نظام کے ذریعے قائم ہوجائے۔ ہماری یہ سوچ کہ ہم موجودہ نظام سیاست و ریاست کے تحت اس کے دیئے ہوئے راستوں پر چل کر اس ملک میں اسلام لے آئیں گے یا یہ نظام اسلام لانے کے لئے ممد اور معاون ثابت ہوسکتا ہے محض خام خیالی اور جہالت ہے۔ یہ ایک تاریخی اور واقعاتی حقیقت ہے اور پینتالیس برس گذرنے کے بعد اب نتائج آپ کے سامنے ہیں۔ کہاں ہے اسلام؟ دنیا کے کس گوشے میں موجود ہے؟ مصر، الجزائر، لبنان، سعودی عرب اور پاکستان میں اسلام موجود ہے؟ وہ مسلمان تو ہیں۔ ہم انہیں کافر نہیں کہہ سکتے مگر وہ مسلمان کس کا طرز زندگی قبول کئے ہوئے ہیں۔ کس نظام معیشت کے تحت زندگی گذار رہے ہیں۔ پوری دنیا کا مسلمان معاشی طور پر سودی نظام کے تحت زندگی گذار رہا ہے اور اسلام میں سودی کاروبار قطعاً حرام ہے۔ اللہ نے واضح فرمادیا۔

واحل الله البيع وحرم الربوا

اللہ نے بیع کو حلال کردیا ہے اور سود کو حرام! کسی بھی صورت اس میں تبدیلی کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔

موجودہ حکمران اور سیاستدان اور کچھ بھولے بھالے مسلمان بھی اس مغالطہ آمیز اور پرفریب گفتگو کا شکار ہو کر یہ کہنے پر مجبور ہوجاتے ہیں کہ جناب واقعی اسلام کے پاس معاشی اور سیاسی نظام نہیں ہے۔

العياذاً بالله

یہ دو حالتوں میں سے ایک حالت ہے یا جہالت ہے یا مکاری ہے، تیسری بات نہیں ہے۔ جب انسان کی زندگی کا ایک اہم شعبہ معاشیات سے تعلق رکھتا ہے تو اس بات کو کیسے مان لیا جائے کہ دین اس میں ہماری رہبری نہیں کرتا؟ پھر دین کی آفاقیت و اکملیت کیا ہوئی؟ انسان معاش کے بغیر ایک قدم نہیں اٹھا سکتا اور یہ ممکن نہیں کہ اللہ کے سامنے آج کے حالات نہ تھے؟ معاذاللہ، اللہ یہ دیکھنے سے محتاج تھا کہ آج کے حالات میں تبدیلی ہو کر اسلام قابل عمل نہیں رہے گا۔ باقی آئندہ

حکیم محمود احمد ظفر

ہندوستان میں عیسائیت کی یلغار ـ قسط ۸

شیطان نے دکھا کے جمال عروس دہر — بندہ بنا دیا ہے تجھے حب جاہ کا
اس نے دیا جواب کہ مذہب ہو یا رواج — راحت میں جو مخل ہو وہ کانٹا ہے راہ کا
افسوس ہے کہ آپ ہیں دنیا سے بے خبر — کیا جانیئے جو رنگ ہے شام و پگاہ کا
یورپ کا پیش آئے اگر آپ کو سفر — گزرے نظر سے حال رعایا و شاہ کا
وہ آب و تاب شوکت ایوان خسروی — وہ محلوں کی شان وہ جلوہ سپاہ کا
آئے نظر علوم جدیدہ کی روشنی — جس سے خجل ہو نور رخ مہر و ماہ کا
دعوت کسی امیر کے گھر میں ہو آپ کی — کمسن مِسوں سے ذکر ہوں الفت کا چاہ کا
نوخیز و دلفریب، گل اندام نازنیں — عارض پہ جن کے بار ہو دامنِ نگاہ کا
رکیئے اگر تو ہنس کے کہے اک بت حسیں — "ویل مولوی"! یہ بات نہیں ہے گناہ کا
اس وقت قبلہ جھک کے کروں آپ کو سلام — پھر نام بھی حضور جو لیں خانقاہ کا
پتلون و کوٹ، بنگلہ و بسکٹ کی دھن بند ہے — سودا جناب کو بھی ہو ترکی کلاہ کا
منبر پہ یوں تو بیٹھ کے گوشے میں اے جناب — سب جانتے ہیں وعظ ثواب و گناہ کا

غرض کہ اس زمانہ کے ہر صحیح العقیدہ شخص نے سرسید کے ان خیالات کی جن کو وہ یورپ سے درآمد کر کے لائے تھے اور ملکہ وکٹوریہ کے ڈنر اور لنچ میں ان کی خاص ہدایات کے تحت وہ نظریات گھڑے گئے تھے سخت مخالفت کی۔

کہا جاتا ہے ۱۸۶۹ء میں سرسید نے جب انگلستان کا دورہ کیا جہاں ان کا لڑکا سید محمود زیرِ تعلیم تھا۔ ملکہ وکٹوریہ نے انگلستان کے قیام کے زمانہ میں آپ کی بڑی عزت و تکریم کی۔

سرسید نے انگلستان میں سترہ (۱۷) ماہ قیام کیا۔ وہاں سے "عقیدہ حجاز سے لو اور تہذیب و تمدن مغرب سے" کا پیغام لے کر لوٹے۔ لندن کی تہذیب نے حجازی فکر ہی کو بدل ڈالا اور ہندوستان آ کر عقیدہ بھی مغرب سے لینے کا نظریہ قائم کر لیا۔ اور انگریزوں سے کچھ ایسے متاثر ہوئے کہ جنت، دوزخ، فرشتے، معجزات، قیاس اور اجماع وغیرہ سب کا انکار کرتے۔

تفصیل کے لئے مولانا الطاف حسین حالی کی "حیات جاوید" کا مطالعہ ضروری ہے۔ سرسید نے قرآنِ حکیم کی ایسی تاویل کی جس سے صرف قرآن ہی کی تحریف نہیں بلکہ عربی زبان اور نحوی قواعد کی بھی تحریف ہوتی ہے۔

اجماع مفسرین میں بھی دراڑ پیدا کی۔ انہیں باتوں کی وجہ سے سید جمال الدین افغانی نے سرسید کو ہندوستان میں دہریوں کا زعیم اور سرخیل قرار دیا ہے۔ اور ان کی تردید میں ایک کتاب لکھی جس کا نام "الرد علیٰ الدھریین" رکھا۔ یہ کتاب فارسی زبان میں لکھی تھی لیکن ان کے شاگرد مفتی محمد عبدہ نے اس کو عربی زبان میں منتقل کیا۔ "العروۃ الوثقیٰ" میں بھی سید جمال الدین افغانی نے سرسید اور تحریک علی گڑھ پر اس انداز کے چند مضامین شائع کئے۔ سرسید کی رائے کے مطابق انگریزوں کے خلاف جہاد کرنا صحیح نہ تھا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران سرسید نے انگریز سپاہیوں کی بہت حمایت کی تھی۔

(د۔ محمد البہی: الفکر الاسلامی الحدیث و صلتہ بالاستعمار الغربی ص ۴۴، ص ۱۸۵، السعیدی! المجددون فی الاسلام ص ۴۸۳، عبد المنعم النمر! کفاح المسلمین فی تحریر الھند ص ۴۳، مسعود عالم الندوی: تاریخ الدعوۃ الاسلامیۃ فی الھند ص ۱۸۸۔ ابوالحسن الندوی: الصراع بین الفکرۃ الاسلامیۃ و الفکرۃ الغربیۃ ص ۷۱-۷۹)

جس زمانہ میں سرسید احمد خان اور مرزا غلام احمد قادیانی پیدا ہوئے ہیں یہ وہ زمانہ تھا جب انگریز کی حکومت نئی نئی قائم ہوئی تھی۔ انگریز ایک تجارتی کمپنی کی شکل میں ہندوستان آیا تھا۔ اور ایک قلیل عرصہ میں اسنے یہاں سیاسی غدار پیدا کر کے سرزمین پاک و ہند پر قبضہ کر لیا۔ ہندوستان پر انگریزوں کا مکمل قبضہ ہونے سے قبل سرزمین پاک و ہند کے باسیوں نے ۱۸۵۷ء میں ایک عام بغاوت کی تاکہ آخری بار انگریزوں کے خلاف قسمت آزمائی ہوسکے۔ یہ بغاوت اور ہنگامہ محض وقتی نہیں تھا بلکہ ایک عرصہ سے اس کی چنگاریاں ہندوستانی لوگوں کے جذبات خصوصی طور پر مسلمانوں کے جذبات کی خاکستر میں سلگ رہی تھیں۔ لارڈ ڈلہوزی کے مستعفیٰ ہونے کے بعد لارڈ کیننگ (۱۸۵۶-۱۸۶۲ء) کو ہندوستان کا گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔ کمپنی کی مجلس نظامت نے لندن میں لارڈ کیننگ کو ایک الوداعی پارٹی دی۔ اس پارٹی میں تقریر کرتے ہوئے لارڈ کیننگ نے کہا "میری خواہش ہے کہ میرا عہد حکومت پرامن رہے۔ لیکن میں اس بات کو نہیں بھول سکتا کہ ہندوستان کی فضا میں بادل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا دکھائی دے گا۔ اتنا چھوٹا جتنا انسانی ہاتھ۔ لیکن یہ ٹکڑا اتنا بڑا ہوتا جائے گا کہ خود ہمارا وجود خطرے میں پڑ جائے گا"۔

اگلے سال بنگال آرمی کے فوجیوں نے بغاوت کر دی۔ انسانی ہاتھ اتنا بڑا بادل میرٹھ سے اٹھا۔ بادل بڑا ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ شمالی ہندوستان پر چھا گیا۔

۱۸۵۷ء کی بغاوت ایسی ہی اٹھ کھڑی نہیں ہوئی تھی بلکہ اس کے پیچھے انگریزوں کا وہ ظلم و تشدد تھا جو سرمایہ دارانہ نظام کا ایک خاصہ اور ظالموں کی حکومت کی ایک تمہید تھا۔ عوام یہ سمجھتے تھے کہ جب ابھی سے کارکنان حکومت کے ظلم و تشدد اور وحشت و بربریت کا یہ عالم ہے تو ان کی حکومت کے مستقل طور پر قائم ہونے کے بعد کیا نتائج نکلیں گے۔

انگریزی حکومت نے ہندوستان میں کیا کچھ کیا اور لوگ ان کے خلاف اٹھنے پر کیوں مجبور ہوئے؟ اس کے کچھ سیاسی اسباب تھے اور کچھ معاشرتی وجوہات۔ کسی اور کتاب سے نہیں بلکہ سرسید احمد خان کی کتاب سے ان اسباب کو نقل کرنا چاہتے ہیں۔ جنہوں نے سرزمین پاک و ہند کے باسیوں کو انگریزوں کے خلاف بغاوت پر مجبور کیا۔ ان اسباب کو دیکھتے ہوئے قارئین کرام خود اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ۱۸۵۷ء کی بغاوت میں جن لوگوں نے انگریزوں کا

حمایت کی تھی وہ کہاں تک صحیح تھے؟ وہ نہ صرف وطن کے غدار تھے بلکہ دین وملت کے بھی دشمن تھے۔ اور انہوں نے ملت اسلامیہ کے ساتھ وہ غداری کی کہ ملت تاقیامت اسے فراموش نہیں کر سکتی۔ انہی لوگوں کی غداری بلکہ دھوکہ دہی کا نتیجہ تھا کہ ملت اسلامیہ اور مسلم قوم ڈیڑھ سو سال انگریزوں کی غلامی کے شکنجے میں کراہتی رہی۔ ہزاروں علماء نے پھانسیوں کے رسوں کو اپنی گردن میں ڈالا اور ہزاروں ہی کی تعداد نے دائمی جلاء وطنی کی زندگی گزار دی۔ ان کی جائیدادیں ضبط ہوئیں۔ اور وہ ساری عمر فاقہ کشی کی زندگی بسر کرتے رہے۔

اس بغاوت کے اسباب کیا تھے؟ سر سید احمد خان نے اس کے بارے میں ایک کتاب "اسبابِ بغاوت" کے نام سے تحریر کی ہے۔ اس کے چند اقتباسات یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ تاکہ انگریزوں کی ان زیادتیوں کا پتہ چل سکے جو انہوں نے لوگوں پر روا رکھیں۔

۱۔ قوانین ضبطی اراضیات لاخراج جس کا آخر قانون ۱۸۹۲ء ہے۔ حکومت ہندوستان کو نہایت مضر تھا۔ ضبطی اراضیات نے جس قدر ناراض اور بدخواہ ہماری گورنمنٹ کا کر دیا تھا[1] اس سے زیادہ اور کسی چیز کا نہیں کیا تھا۔ سچ فرمایا تھا لارڈمڈ اور ڈیوک اور ولنگٹن صاحب بہادر نے کہ ضبط کرنا معافیات کا ہندوستانیوں سے دشمنی پیدا کرنی اور ان کو محتاج کر دینا ہے۔ میں نہیں بیان کر سکتا کہ ہندوستانیوں کو کس قدر ناراضگی اور دلی رنج اور ہماری گورنمنٹ کی بدخواہی اور نیز کتنی مصیبت اور تنگی معاش اس سبب سے ان کو تھی۔ بہت سی معافیات صدہا سال سے چلی آتی تھیں۔ جو ادنیٰ ادنیٰ حیلہ پر ضبط ہو گئیں۔ ہندوستانی صاف خیال کرتے تھے کہ سرکار نے خود تو ہماری پرورش نہیں کی بلکہ جو جاگیر ہم کو اور ہمارے بزرگوں کو اگلے بادشاہوں نے دی تھیں وہ بھی گورنمنٹ نے چھین لیں۔ پھر ہم کو اور کیا توقع گورنمنٹ سے ہے۔

(اسبابِ بغاوت ہند صفحہ ۲۵-۲۶)

ضبطیٔ جائیداد کے ساتھ دوسرا قاعدہ نیلام زمینداری کا تھا۔ اس کے نتائج کے بارے میں سر سید احمد خان کی شہادت ہے کہ:

"بعوض زر قرضہ نیلام حقیقت کے رواج نے بہت سے فساد برپا کئے۔ مہاجنوں اور روپیہ والوں نے دم دے کر زمینداروں کو روپے دیئے اور قصداً ان کی زمینداری چھین لینے کو بہت فریب برپا کئے اور دیوانی میں ہر قسم کے جھوٹے سچے مقدمات لگائے اور قدیم زمینداروں کو بے دخل کیا اور خود مالک بن گئے۔ ان آفات نے تمام ملک کے زمینداروں کو ہلا ڈالا۔

(اسبابِ بغاوت ہند ص ۲۸)

"ابتداء عملداری سے آج تک شاید کوئی گاؤں ایسا ہو گا جس میں تھوڑا بہت انتقال (رد و بدل) نہ ہوا ہو۔ ابتداء میں ان نیلاموں نے ایسی بے ترتیبی سے کثرت پکڑی کہ تمام ملک الٹ پلٹ ہو گیا"۔

۱۔ ملاحظہ فرمایئے وہ بدیشی حکومت جس نے اہلِ اسلام کو ذلیل کر کے رکھ دیا اور ان پر طرح طرح کے مظالم توڑے۔ مسلم اوقاف کو بحق سرکار بلکہ بحق عیسائیت ضبط کیا۔ اس حکومت کو سر سید احمد خان اپنی گورنمنٹ کہہ رہے ہیں۔ تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

(اس سلسلہ میں مسٹر کئی (KAY) نے بنگال کے ایک مقدمہ کا حوالہ دیا ہے جس میں چار روپیہ کی ڈگری کے عوض ایک جاگیر نیلام کا حکم دے دیا گیا تھا۔ حاشیہ صفحہ نمبر ۱۷۸ بحوالہ ۱۸۵۷ء از مولانا غلام رسول مہر)

اس اقتباس میں چونکہ مہاجنوں کا ذکر ہے لہذا واقعہ کی صحیح تصویر نظر میں لانے کے لئے مسئلہ سود کا بھی صحیح خاکہ ذہن میں رکھیئے۔

بے شک ہندوستان میں سود کا رواج ہمیشہ سے رہا لیکن ایسٹ انڈیا کمپنی کی وحشیانہ بھوک معمولی سود سے نہیں مر سکتی تھی۔ اس نے سود در سود (COMPOUND INTEREST) کا قانون بنایا جس کی ٹھنڈی مار نے تھوڑے ہی دنوں میں ہندوستان کا اقتصادی ڈھانچہ درہم برہم کر دیا۔ بڑے بڑے گھرانے ختم ہو گئے۔ ان کے سایہ میں پرورش پانے والے ہزاروں لاکھوں نفوس اناج کے ایک ایک دانہ کے محتاج ہو گئے۔ اور دولت کے یہ انبار یورپ کے ساہوکاروں یا ان ہندوستانی مہاجنوں کی تجوریوں میں بند ہو گئے جن کے باورچی خانہ کا دھواں بھی کسی کو نظر نہیں آسکتا تھا۔

آج سوشلزم اور کمیونزم کے دور میں زمینداری کا لفظ ایسا ناگوار ہو گیا ہے کہ کان اس کا نام بھی سننے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن اس جاگیرداری اور زمینداری کے بارے میں سرسید سے سنیئے سرسید اگرچہ زمینداروں کے حامی نہیں ہیں مگر جو بات حق ہے اس کا اظہار وہ بھی ضروری رکھتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"اگر خیال کیا جائے تو ہندوستان میں ہر ایک محال زمینداری کا "ایک چھوٹی سی سلطنت" دکھائی دیتی ہے۔ قدیم سے دستور ہے کہ سب کی رضامندی سے ایک شخص سردار ہوتا ہے۔ وہ ایک بات تجویز کرتا تھا اور ہر ایک حقیت دار کو بقدر اپنے حصہ زمینداری کے بولنے کا دخل دینے کا اختیار ہوتا تھا۔ رعیت باشندہ دیہہ (گاؤں میں رہنے والوں کے) چوھدری بھی حاضر ہو کر کچھ کچھ گفتگو کرتے تھے۔ اگر کسی مقدمہ نے زیادہ طول پکڑا تو کسی بڑے گاؤں کے مقدم اور سردار کے حکم سے فیصلہ ہو گیا۔ ہندوستان کے ہر ایک گاؤں میں بہت خاصی صورت ایک چھوٹی سلطنت اور پارلیمنٹ کی موجود تھی۔

(اسباب بغاوت ہند ص ۲۷)

زمینداری اور جاگیرداری کے دور میں عدل و انصاف اور شہری حقوق کی ادائیگی کی یہ ایک صورت تھی۔ دوسری بات یہ کہ ان زمینداروں اور جاگیرداروں کا سلوک ان کے ساتھ جن کو رعایا کہا جاتا تھا کیسا ہوتا تھا۔ اس بارے میں ایک دو نہیں سینکڑوں تاریخی مثالوں کی شہادت یہ ہے کہ زمیندار اور رعایا اور راجہ و پرجا کا باہمی تعلق محبت و خیر خواہی، پرورش اور وفاداری کا ہر دل عزیز رشتہ ہوتا تھا۔

یورپین نفع اندوزوں کی آمد کے بعد جب استحصال بالجبر، نفس پرستی، بے دردانہ قتل و غارت اور انسانی حقوق سے بے پروائی اور بے تعلقی کے ناپاک تحفے جگہ جگہ تقسیم ہونے لگے اور بے مروتی، خودغرضی اور محنت کشی نے سکۂ رائج وقت کی حیثیت اختیار کرلی تو کچھ زمینداروں اور جاگیرداروں نے بھی وہ ظلم و تعدی اور وحشت و بربریت اختیار کی جس کی مثالیں پیش کر کے موجودہ نسلوں کو اپنے پیش رو بزرگوں سے نفرت دلائی جاتی ہے۔ مگر اسی گئے گزرے دور میں جبکہ یورپین نفع اندوزوں کو قدم جمائے ہوئے ڈیڑھ سو برس گزر چکے تھے وہ مثالیں بھی

سامنے آتی ہیں جن کی شہادت یہ ہے کہ بادِ سموم کی تمام آتش انگیزیوں اور شعلہ افشانیوں کے باوجود رعایا پروری اور غرباء نوازی کے چمن اب بھی بالکل خشک نہیں ہوئے تھے۔ ممنت کش طبقہ کسی بھی عنوان سے جب اپنے زمینداروں اور جاگیرداروں کی پناہ ڈھونڈتا تھا تو یہ خزاں رسیدہ چمن اور گلشن تازگی اور آسودگی کی بخشش میں فراغ حوصلگی کی مردہ روایتیں زندہ کرنے میں کوتاہی نہیں کیا کرتے تھے۔ ہندوستان کے سب سے بڑے نامور جاگیردار بہادر شاہ ظفر کی سیر چشمی اور فراخ حوصلگی کی صرف ایک روایت جو دہلی کے دیہات میں مشہور ہے پیش کی جاتی ہے وہ بھی اس جاگیردار کی زبانی نہیں بلکہ ایک دہقان کی زبان سے سنیئے:

"غدر سے پہلے پرانے قلعے کی دھرتی میں باجرا بہت اچھا پیدا ہوتا تھا۔ یہ دھرتی ہمارے پاس تھی۔ ہم سرکاری لگان صرف یہ تھا کہ بادشاہ سلامت کے کبوتروں کے واسطے ہل پیچھے سوا سیر باجرہ دینا پڑتا تھا۔

بوڑھے دہقان نے کہا۔ گوجروں کی قوم بہت شریر ہوتی ہے۔ ایک دفعہ ہم لوگوں کے دل میں شرارت آئی۔ ہم نے سوچا کہ اس مرتبہ باجرے کو بھی گول کر جاؤ اور بادشاہ سلامت کو کسی طرح پھسلا دو۔ بات یہ تھی کہ اس سال برکھا کچھ کم ہوئی تھی۔ اگر ہم ایسے ہی سیدھی طرح بادشاہ سلامت سے معافی مانگ لیتے تو لگان معاف ہو جاتا۔ مگر ہمیں چال سوجھی کہ ہم نے باجرے کی بالیں صفائی سے کاٹ لیں اور خالی پودے کھیتوں میں کھڑے رہنے دیئے۔ پھر ہمارے کسان لال قلعہ کے جھروکوں کے سامنے جمنا کی ریتی پر جا پڑے اور بادشاہ سلامت کو دہائی کا شور مچانے لگے۔ شور و غل کی آواز بادشاہ تک پہنچی تو جہاں پناہ نے جھروکوں میں آ کر ہمیں درشن دیئے "کیا بات ہے کیسا شور ہے؟" جہاں پناہ کے ایک نقیب نے دریافت کیا۔

"سرکار ہم لٹ گئے۔ کھاری باؤلی کے بنیوں نے باجرے کا بیج جانے کیا دیا کہ پیڑ تو خوب اُگ آئے ہرے بھرے خوب ہیں لیکن بال ایک بھی نہیں آئی اب ہم جہاں پناہ کے کے کبوتروں کا باجرا کیسے ادا کریں گے۔ اس سال لگان معاف کر دیا جائے کسانوں نے یہ درخواست کی"۔

"اچھا کل ہم خود موقع پر پہنچ کر ملاحظہ کریں گے۔ پھر حکم دیں گے"۔ بادشاہ نے جواب دیا۔ چنانچہ دوسرے دن شام کے وقت بادشاہ سلامت ہوادار پر سوار ہو کر پرانے قلعے آئے۔ کھیتوں کو ملاحظہ فرمایا۔ وہاں کوئی بال چھوڑی ہوتی تو نظر آتی۔ بادشاہ سلامت نے دور ہی سے کھیتوں پر نظر ڈال کر فرمایا "اماں(۱)! گوجروں کی فریاد ٹھیک ہے۔ کھاری باؤلی کے بنیوں نے بڑا دھوکہ کیا۔ کل کو انہیں بلواؤ اچھا جاؤ اس سال لگان معاف"۔

دہقان کا کہنا ہے کہ گاؤں کے سمجھدار مکھیا وغیرہ اس کھیل میں شریک نہیں تھے۔ وہ بخار کا بہانہ بنا کر گھروں میں لیٹ گئے تھے۔ انہیں خیال تھا کہ بادشاہ سلامت ایسے بے وقوف ہیں ہے۔ وہ جب پیڑ دیکھیں گے اصل بات سمجھ جائیں گے۔ پھر ان کی خفگی جانے کیسا رنگ لائے۔

بات بھی یہی تھی۔ بادشاہ سلامت ایسے بے وقوف نہیں تھے مگر یہ رعایا کا ناز تھا اور وہ ناز برداری اور رعایا پروری۔ سچ ہے "آدمی آدمی انتر ہے کوئی ہیرا ہے کوئی کنکر ہے"۔ (افسانۂ غم ص ۱۲۶)

اس قسم کی بہت سی مثالیں آپ کو اس زمینداری اور جاگیرداری نظام میں ملیں گی۔

۱۔ بادشاہ کا تکیہ کلام تھا۔ ارے میاں کے بجائے اماں کہا کرتے تھے۔

زمینداروں کا ظلم و ستم تو زیادہ تر ان گوری چمڑی والوں کی آمد کے بعد شروع ہوا۔ بادشاہ سلامت اچھے تھے یا برے۔ بادشاہ بیگم کا کردار کیا تھا۔ ان سب سے قطع نظر یہ ہمدردی اور وطن کے دکھی انسانوں سے یہ میل جول وہ جوہر ہے جو اس جاگیرداری اور زمینداری میں کمیاب نہیں تھا۔

پھر ایسٹ انڈیا کمپنی نے صرف جاگیرداری نظام ہی میں خرابیاں پیدا نہ کی تھیں بلکہ اس کمپنی نے اپنے دورِ تسلط میں جاگیرداری سے کہیں زیادہ صنعت و تجارت کو برباد کر دیا تھا۔ اور وہ ہندوستان کو علوم و فنون میں تمام دنیا سے فائق، فراوانئ دولت میں سونے کی چڑیا، خوشحالی میں رشک ارم اور راحت و آرام میں جنت نشان مانا جاتا تھا اس کو انتہائی بے دردی سے اور خود غرضی سے تباہ کاری اور غارت گری کا تختۂ مشق بنا کر اتنا برباد کر دیا تھا کہ اب وہ علم و ہنر سے تہی دامن، قحط زدہ، فاقہ مست اور کاشتکاروں اور بے ہنر مزدوروں کا ویران خانہ بن کر رہ گیا تھا۔ کہیں کہیں کوئی شمع باقی رہ گئی تھی تو لارڈ ہیسٹنگز اور لارڈ ڈلہوزی جیسے ستم ایجاد گورنر جنرلوں کی پھونکیں ان کو بھی بجھا چکی تھیں۔ یا بجھا رہی تھیں۔ تاریخ ہندوستان کی یہ المناک حقیقتیں اتنی واضح ہو چکی ہیں کہ تحریر کی ضرورت نہیں۔ تفصیل درکار ہو تو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ کی نقشِ حیات جلد اول کا مطالعہ فرمائیں۔

سر سید احمد خان نے اس بارے میں لکھا ہے کہ:

"اہلِ حرفہ کا روزگار بسبب جاری اور رائج ہونے اشیاء و تجارت ولایت کے بالکل جاتا رہا یہاں تک کہ ہندوستان میں کوئی سوئی بنانے والے اور دیا سلائی بنانے والے کو بھی نہیں پوچھتا تھا پارچہ بافوں کا تار تو بالکل ٹوٹ گیا تھا۔ اسی وجہ سے سب سے زیادہ اس ہنگامہ میں یہی لوگ گرم جوش تھے۔

(اسبابِ بغاوت ہند ص ۳۶)

یہ تو جاگیرداری اور صنعت و حرفت کے بارے میں تھا۔ لیکن عام لوگ جو نہ جاگیردار تھے نہ جاگیر دار اور سرمایہ دار، ان کے تاثرات بھی سر سید احمد خان نے نقل کئے ہیں۔ وہ بھی اس بدیشی حکومت سے سخت نالاں تھے۔ سر سید لکھتے ہیں کہ:

"ہندوستان کی رعایا روز بروز مفلس ہوتی جاتی تھی۔ ٹیکس کی زیادتی نے زمینداروں اور کاشتکاروں کو تباہ کر دیا تھا۔ بقایا وصول کرنے کے لئے زمینداریاں نیلام کرائی جاتی تھیں۔ جو ہندوستان میں بالکل نیا دستور تھا۔ ولایتی مال کی آمد نے اہلِ حرفہ کو برباد کر دیا تھا۔ بایں ہمہ حکومت نے پرامیسری نوٹ جاری کر دیئے جس پر مالک سے سود وصول کیا جاتا تھا۔ اگلی عملداریوں میں شاہی انعام و اکرام آسودگی رعایا کا ایک مستقل ذریعہ تھا۔ جب شاہ جہان تخت پر بیٹھا تو صرف تخت نشینی کے دن چار لاکھ بیگہ زمین اور ایک سو بیس گاؤں اور لاکھوں روپے انعام دیئے تھے۔ یہ بات ہماری گورنمنٹ میں یک قلم مسدود تھی۔ بلکہ پہلی جاگیریں بھی ضبط ہو گئی تھیں۔ اس عام افلاس کا نتیجہ تھا کہ جب باغیوں نے لوگوں کو نوکر رکھنا چاہا تو جیسے بھوکا آدمی "قحط کے دنوں میں اناج پر گرتا ہے" اسی طرح یہ لوگ نوکریوں پر جا گرے۔ بہت سے آدمی صرف آنہ یومیہ پر نوکر ہوئے تھے اور بہت سے آدمی سیر ڈیڑھ سیر یومیہ اناج پاتے تھے"۔

آخر میں سر سید مرحوم نہایت جوش میں لکھتے ہیں:

"غرض کہ ملک ہر طرح سے مفلس ہو گیا تھا۔ اگلے خاندان جن کو ہزاروں کا مقدور تھا معاش سے بھی تنگ آ گئے تھے اور یہ اصلی سبب ناراضگی رعایا کا گورنمنٹ سے تھا۔

لوگوں کے دل جو تبدیلیٔ عملداری کو چاہتے تھے اور نئی عملداری کے لئے راغب اور دل سے اس سے خوش تھے میں سچ کہتا ہوں کہ اسی سبب سے تھے۔ ہم سچ کہتے ہیں اور پھر ہم سچ کہتے ہیں کہ ہم بہت سچ کہتے ہیں کہ جب افغانستان سرکار نے فتح کیا تو لوگوں کو بڑا غم ہوا کیا سبب تھا؟

صرف یہ سبب تھا کہ اب مذہب پر علانیہ دست اندازی ہو گی۔ جب گوالیار فتح ہوا، پنجاب فتح ہوا، اودھ لیا گیا تو لوگوں کو کمال رنج ہوا۔ کیوں ہوا؟ اس لئے ہوا کہ ان کے پاس کی ہندوستانی عملداریوں سے ہندوستانیوں کو بہت آسودگی تھی۔ نوکریاں اکثر ہاتھ آتی تھیں۔ ہر قسم کی ہندوستانی اشیاء کی تجارت بکثرت تھی۔ ان عملداریوں کے خراب ہونے سے زیادہ سے زیادہ افلاس اور محتاجی ہوتی جاتی تھی۔ (اسبابِ بغاوتِ ہند ص ۳۵-۳۷)

یہ تو اقتصادیات اور صنعت و حرفت کی تباہی تھی۔ لیکن انگریزوں نے تو مذہب و تہذیب کو بھی برباد کر دیا تھا۔ مذہب اور تہذیب انقلاب کا ایک بہت بڑا محرک ہے اور ایسا طاقتور جذبہ ہے جو انسان کو ہر ایک قربانی پر آمادہ کر دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ موت کو حیات اور فنا کو بقاء سمجھنے لگتا ہے۔

مذہب بسا اوقات ذاتی رجحانات کا نتیجہ ہوتا ہے اور تہذیب کو انسان اپنا خاندانی اور آبائی ترکہ تصور کرتا ہے۔ جس طرح موروثی جائیداد کی حفاظت کے لئے جان ہتھیلی پر لئے رہتا ہے اسی طرح حفاظت تہذیب کے لئے بھی وہ ہمیشہ کفن بر دوش رہتا ہے۔

سرسید کا بیان ہے کہ انگریزوں نے مسلمانوں کی تہذیب و تمدن، اقتصادیات و معاشیات، دین و مذہب غرضیکہ ہر شے تباہ و برباد کرنے کا عزم کر رکھا تھا اور سرسید اور مرزا غلام احمد قادیانی جیسے لوگ پھر بھی انگریزوں کی حمایت میں سرگرداں تھے۔ اور لوگوں کو انگریزوں کے خلاف بغاوت نہ کرنے کی تلقین کرتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے حضرات میں نہ دینی حمیت تھی اور نہ قومی غیرت۔ ہم نے سرسید کے اتنے لمبے اقتباسات صرف اس لئے دیئے ہیں تاکہ پتہ چلے کہ باوجود اس بات کے کہ سرسید احمد خان یہ جانتا تھا کہ انگریز ہندوستانیوں پر اور خصوصی طور پر مسلمانوں پر زیادتی کر رہے ہیں لیکن اس کے باوجود سرسید احمد خان اور اس کے ساتھی انگریزوں کی ناجائز حمایت پر ادھار کھائے ہوئے ہیں۔

سرسید مرحوم کے ذہن میں انگریزوں کی اتنی محبت اور عقیدت بھری ہوئی تھی کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بارے میں جب علماء نے فتویٰ دیا تو سرسید بہت سیخ پا ہوئے اور جو کچھ منہ میں آیا ان کے خلاف کہہ دیا۔ چنانچہ اپنی مشہور کتاب "اسبابِ بغاوتِ ہند" میں ایک جگہ فرمایا:

"اور یہ جو ہر ضلع میں باجی اور جاہلوں[۱] کی طرف سے جہاد کا نام ہوا اگر ہم اس کو جہاد فرض کریں تو بھی اس کی

۱۔ یہ باجی اور جاہل کے القاب کن لوگوں کو دیئے جا رہے ہیں۔ کیا حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی، حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب، مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا احمد اللہ شاہؒ، حضرت مولانا لیاقت علیؒ، حضرت مولانا فیض احمدؒ، حضرت مولانا کفایت علیؒ اور حضرت مفتی عنایت احمد کاکورویؒ جیسے اکابر علماء کے لئے یہ الفاظ و القاب استعمال کر رہے ہیں؟

سازش و اصلاح قبل دسویں مئی ۱۸۵۷ء مطلق نہ تھی۔ غور کرنا چاہیئے کہ اس زمانہ میں جن لوگوں نے جھنڈا اسلام کا بلند کیا ایسے خراب اور بد رویہ اور بد اطوار آدمی تھے کہ بجز شراب خوری اور تماش بینی اور ناچ و رنگ دیکھنے کے کچھ وظیفہ ان کا نہ تھا۔ بھلا یہ کیونکر پیشوا اور مقتدا جہاد کے گنے جا سکتے تھے۔ اس ہنگامے میں کوئی بات بھی مذہب کے مطابق نہیں ہوئی۔ سب جانتے ہیں کہ سرکاری خزانہ اور اسباب جو امانت تھا اس میں خیانت کرنا، ملازمین کو نمک حرامی کرنی مذہب کی رو سے درست نہ تھی۔ صریح ظاہر ہے کہ بے گناہوں کا قتل علی الخصوص عورتوں، بچوں اور بڈھوں کا مذہب کے بموجب گناہ عظیم تھا۔ پھر کیونکر یہ ہنگامہ غدر جہاد ہو سکتا تھا۔ ہاں البتہ چند بدذاتوں نے دنیا کی طمع اور اپنی منفعت اور اپنے خیالات پورے کرنے اور جاہلوں کے بہکانے کو اور اپنے ساتھ جمعیت جمع کرنے کو جہاد کا نام لے دیا۔ پھر یہ بات بھی مفسدوں کی حرامزدگیوں میں سے ایک حرامزدگی تھی نہ واقع میں جہاد۔" (اسبابِ بغاوتِ ہند ص)

یہ سرسید احمد کی سیاسی سرگرمیاں تھیں جو پوری ملت مسلمہ سے الگ تھیں۔ جہاں تک دینی عقائد کا تعلق ہے وہ بھی جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے اسلام سے خاصے ہٹے ہوئے تھے۔ دین کے معاملہ میں بھی انہوں نے ہر وہ کام کیا جس سے ان کا آقا انگریز خوش ہو چنانچہ ۱۸۶۲ء میں سرسید نے "تبیان الکلام" نامی ایک کتاب لکھی جس میں انہوں نے انجیل میں تحریف واقع ہونے کا انکار کیا۔ حالانکہ خود عیسائی علماء انجیل میں تحریف کا اقرار کرتے ہیں۔ اور پادری فنڈر کا حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے جو مناظرہ آگرہ میں ہوا تھا اس میں بھی اس نے تحریف کا اقرار کیا لیکن سرسید نے صرف اور صرف انگریزوں کی خوشنودگی کے لئے تحریف کا انکار کیا۔ سرسید نے رسالہ "تہذیب الاخلاق" جاری کیا جس کے "خاص مقاصد" تھے۔ قرآنِ حکیم کی آیات کی تحریف اور وہ مضامین نشر کرنا جن سے انگریز خوش ہو اور مسلمانوں کی جماعت میں نشیب و افتراق پیدا ہو۔ عیسائی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کرنے اور مغربی افکار کی نشر و اشاعت کے لئے انگریزوں نے ایک علمی ادبی انجمن بنانے میں بھی سرسید سے تعاون کیا۔

۱۸۷۵ء میں غازی پور میں ملکہ وکٹوریہ کالج اور علی گڑھ میں محمڈن اینگلو اورینٹیل کالج قائم کرنے میں انگریزوں نے اس کی بہت مدد کی۔ یہ درحقیقت دینی مدارس پر ایک حملہ تھا جو مغرب کی رو میں نہیں بہنا چاہتے تھے۔ علی گڑھ تحریک کے خاص مقاصد حسب ذیل تھے۔

۱۔ مسلم خواتین کی آزادی اور مغربی عورتوں کی تقلید کی دعوت۔

۲۔ اسلام اور عیسائیت میں ہم آہنگی پیدا کرنا۔ (دوسرے لفظوں میں اسلام کو عیسائیت کی طرف دھکیلنا نہ کہ عیسائیت کو اسلام کے قریب لانا)

۳۔ انگریزوں کے خلاف جہاد نہ کرنے کی دعوت دینا کیونکہ وہ اولی الامر ہیں اور مسلمانوں سے زیادہ قوی ہیں۔

۴۔ مسلمانوں کو جامد افکار سے آزاد کرنا اور مغربی تہذیب میں پوری طرح رنگ دینا کیونکہ نجات کا یہی ایک راستہ ہے۔

(الصعیدی! المجددون فی الاسلام ص ۴۸۴، البہی! الفکر الاسلامی الحدیث ص ۱۴۔ ۴۲۔ انور الجندی! العالم الاسلامی والاستعمار ص ۱۰۴، برنار دلولیس: الغرب والشرق الاوسط ص ۱۵۵)

(باقی)

ایک شیعہ کے تیس سوال اور اُن کے جوابات

ابومعاویہ مفتی منظور احمد تونسوی
(رئیس الافتاء، جامعہ قاسم العلوم ملتان)

آپ کے سوالات نمبر ۱ تا نمبر ۴ کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اہل بیتؓ سفینہ نوح کی طرح ہیں لہذا نجات کا مدار اتباع اہل بیتؓ پر ہے۔ اہل بیت رسول ﷺ کی مخالفت موجب ہلاکت ہے۔ چنانچہ شیعہ اہل بیت کے تابعدار ہونیکی وجہ سے ناجی اور سنی ناری ہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارا ایمان ہے کہ اہل بیت رسول ﷺ کا طریق۔ نجات کا راستہ ہے۔ حضرات اہل بیتؓ کی مخالفت یقیناً جہنم کیطرف لیجانے والی ہے۔ اور مخالفین اہل بیتؓ و تارکین اہلبیتؓ ناری ہیں۔ مگر آپکو یہ مغالطہ اور غلط فہمی ہے کہ اہل بیت سے مراد حضرات اشخاص اربعہ یعنی سیدنا علیؓ سیدہ فاطمہؓ۔ سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ ہی ہیں یہ ایک بے اصل بات ہے۔ بلکہ یہ حضرات بھی اہل بیت ہیں۔ چنانچہ آیت تطہیر شاہد ہے کہ ازواج مطہرات نے جب دیکھا کہ تنگ دستی اور عسرت کا زمانہ گزرگیا اور اللہ تعالیٰ نے فتوحات کا دروازہ مسلمانوں پر کھول دیا ہے مال غنیمت وافر مقدار میں آرہا ہے۔ مسلمانوں میں تقسیم ہورہا ہے۔ مسلمان آسودہ حال ہورہے ہیں مگر ہم لوگ اب بھی تنگ دستی کی حالت میں ہیں۔ وہی کئی کئی دن کے فاقے اور فاقوں کے بعد وہی جو کی روٹی! تو انہوں نے بہ نیت عرض حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی حالت بیان کی۔ اور اپنے نان و نفقہ میں زیادتی کی درخواست کی۔ خاتم الانبیاء والمعصومین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مقدس ازواجؓ کا دنیا کیطرف اتنا التفات بھی حق سبحانہ و تعالیٰ کو خوش نہ آیا تو سورۃ الاحزاب کی سات آیتیں

یاایھا النبی قل لازواجک سے ان اللہ کان لطیفا خبیرا۔ (پ ۲۲)

تک گویا پورا ایک رکوع نازل ہوا ان آیات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ اپنی بیبیوں سے پوچھو کہ وہ دنیا چاہتی ہیں یا اللہ و رسول ﷺ کی اور آخرت کی طلب گار ہیں؟ اگر وہ دنیا کی طرف رخ کریں تو انہیں طلاق دے دو۔ اور کچھ مال دے کر رخصت کردو۔ اور اگر اللہ و رسول ﷺ کی طالب ہوں۔ تو ان سے کہدو کہ دنیاوی عیش و عشرت سے ہاتھ دھولیں۔

ہاں آخرت میں انکے لئے بڑے انعامات ہیں۔ ان آیتوں کے نازل ہوتے ہی حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مقدس ازواجؓ کے پاس تشریف لے گئے اور ابتداء حضرت ام المومنین سیدہ طاہرہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کی۔ فرمایا کہ اے عائشہؓ میں تم سے ایک بات کہتا ہوں۔ اسکے جواب میں جلدی نہ کرنا۔ بلکہ اپنے والد سے مشورہ کر کے جواب دینا۔ اسکے بعد یہ آیتیں آپ ﷺ نے انہیں سنادیں۔ حضرت صدیقہؓ نے سنتے ہی بے تامل کہا اس میں مشورہ کی کیا بات ہے ہم تو آپ ہی کے طالب ہیں۔ دنیاوی تکالیف کی شکایت اگر ناگوار خاطر ہے تو اب کبھی کچھ نہ کہیں گے۔ حضرت عائشہؓ کے بعد آپ نے اور سب سے یہی گفتگو کی۔ سب نے یک زبان ہو کر ایسا ہی جواب دیا۔

ازواج مطہراتؓ کا یہ جواب باصواب سن کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ حضور ﷺ کی خوشنودی کا صلہ بارگاہ رب العزت سے یہ ملا کہ ان مقدس ازواج کو طلاق دینے کی قطعی ممانعت نازل ہو گئی۔ اور ہمیشہ کیلئے سردار دوعالم ﷺ کی زوجیت میں رہنے کی بشارت سے انکے قلوب مطمئن کر دیئے گئے۔

لایحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولواعجبک حسنھن الا ماملکت یمینک الایہ۔ پ ۲۲ ۔ (سورہ الاحزاب رکوع۶)

ترجمہ۔ اس کے بعد آپ کے لئے عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ آپ ان سے اور عورتیں تبدیل کریں اگرچہ آپ کو ان کا حسن پسند آئے مگر جو آپ کی مملوکہ ہوں۔" اس وقت نو خوش بخت خواتین آپکی زوجیت کا شرف رکھتی تھیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ ۱۔عائشہ صدیقہ ۔ ۲۔حفصہ ۔ ۳۔ام حبیبہ۔ ۴۔ سودہ۔ ۵۔ام سلمہ۔ ۶۔ صفیہ۔ ۷۔ میمونہ۔ ۸۔زینب۔ ۹۔جویریہ رضی اللہ عنھن۔ ان آیتوں میں پہلے توازواج مطہراتؓ کی آزمائش کی گئی۔

اسکے بعد انہیں یہ بتایا گیا کہ اگر وہ اپنی شان سے فروتر کسی نامناسب فعل کی مرتکب ہونگی تو انہیں دو گنا عذاب ہو گا۔ اور نیک کام کریں گی تو انہیں ثواب بھی دو گنا ملیگا۔ پھر انہیں یہ بشارت دی گئی کہ اگر وہ پرہیز گاری اختیار کرینگی تو آخرت میں انکے مرتبہ کو کوئی دوسری عورت نہ پہنچ سکے گی۔ درمیان میں ایک عظیم الشان خوشخبری دی گئی کہ اے اہل بیت رسول اللہ ﷺ اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی دور کرے اور تمہیں خوب پاک کرے۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھر کم تطھیرا۔ (الآیۃ سورہ احزاب پ ۲۲)

عادت یوں ہی ہے کہ ناصح مشفق جب اپنے کسی پیارے کو نصیحت کرتا ہے تو نصیحت کی تلخی کیساتھ کچھ شیرینی بھی ملادیتا ہے۔ تاکہ طبیعت متنفر نہ ہو اور اس نصیحت کا اثر دل و دماغ پر اچھا پڑے روزمرہ یہ بات مشاہدہ میں آتی رہتی ہے۔ یہی عادۃ کلام الہٰی میں بھی جاری ہے پس اسی عادت کے موافق ازواج مطہراتؓ کو نصیحت کر کے حق تعالیٰ نے غایت محبت سے یہ فرمایا کہ ہمارا مقصود ان نصائح سے یہ ہے کہ تم سنور جاؤ۔ گناہوں سے پاک ہو جاؤ۔ ان نصائح پر عمل کرنے سے ہم تم کو گناہوں سے پاک کر دیں گے۔

پس ان آیات کے سلسلہ مضامین کو دیکھ کر ایک سمجھ دار بچہ بھی کہہ دیگا کہ اہل بیت سے مراد ازواج النبی ﷺ ہیں۔ کیونکہ آگے پیچھے برابر انہیں سے خطاب ہو رہا ہے۔ درمیان میں پوری آیت بھی نہیں بلکہ آیت کے ایک ٹکڑے میں کسی دوسرے کا ذکر کیونکر آسکتا ہے۔"

بیشک اس آیت سے ازواج مطہراتؓ کی بہت بڑی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ جہاں کی کوئی اور عورت خواہ کتنے ہی بڑے رتبے کی ہو۔ ازواجؓ نبی ﷺ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتی۔

دوسرے ان آیات سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ ان لوگوں (ازواج مطہرات) کو گناہوں سے پاک کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ یعنی مراد خداوندی تطہیر ازواج النبی ﷺ ہے اور خدا کی مراد کا پورا نہ ہونا اہل اسلام کے اصول پر محال ہے۔

(۱) چنانچہ لفظ اہل بیت لغت عرب میں ازواج ہی کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور اس لفظ کا ترجمہ ہر زبان میں

ازواج ہی کیلئے مستعمل ہے۔ اسکا فارسی ترجمہ اہل خانہ اور اردو ترجمہ گھر والے برابر اصلی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اور یہ بات ہر عقلمند و ذی شعور آدمی سمجھ سکتا ہے کہ اہل بیت ہر شخص کے وہ لوگ ہیں جو اسکے گھر میں رہتے ہیں اور ہر زمانے کی رسم و عادت یہی ہے کہ ہر شخص کی بیبیاں ہمیشہ اسکے گھر میں رہتی ہیں۔ بیبیوں کے علاوہ بیٹی بیٹوں کا ہمیشہ کیلئے کسی کے گھر میں رہنا خلاف عادت اور اتفاقی امر ہے۔ خاص کر سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی حالت ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کے گھروں میں سوا آپ ﷺ کے ازواج مطہراتؓ کے کوئی نہ تھا۔

خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا حضرت علیؓ مرتضیٰ کے گھر میں رہتی تھیں۔ شرعاً بھی ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنی بی بی کو نان و نفقہ اور رہنے کا مکان دے۔ بیٹی بیٹوں کیلئے بلوغ اور خصوصاً نکاح کے بعد نان و نفقہ اور رہنے کا مکان شرعاً باپ کے ذمہ فرض نہیں ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص جس مکان پر ہمیشہ رہنے والا ہوتا ہے۔ وہی شخص اس مقام کا اہل کہلواتا ہے۔ نہ وہ شخص جو چند روز کیلئے بطور مہمان کے کسی مقام پر رہے۔ مثلاً اہل مصر اس شخص کو کہیں گے جو مصر میں ہمیشہ بود و باش رکھنے والا ہو۔ نہ اس کو جو چند روز کیلئے مصر میں جا کر رہ آیا ہو۔ پس اسی طرح اہل بیت اسکو کہیں گے جو ہمیشہ کیلئے اس بیت (گھر) میں رہنے والا ہو۔ اور ہمیشہ کیلئے کسی شخص کے بیت (گھر) میں رہنے والا سوا اسکی بیویوں کے رسماً و عادتاً و شرعاً کوئی نہیں ہے۔ لہذا بیویوں کے علاوہ اہل بیت کا حقیقی و اصلی مصداق کوئی اور نہیں ہو سکتا۔

(۲) مندرجہ بالا آیات خود بتا رہی ہیں کہ اہل بیت سے مراد ازواجؓ مطہرات ہی ہیں کیونکہ کئی آیات میں اوپر سے ازواجؓ مطہرات ہی سے خطاب ہو رہا ہے۔ اور خود اس آیت کے ابتدائی حصہ میں اور نیز اس آیت کے آخر میں بھی انہیں سے خطاب ہے۔ یہ ترتیب بتا رہی ہے کہ "اہل البیت" سے مراد ازواج نبی ﷺ ہیں۔ مخالف اگر ترتیب قرآنی کو حجت نہیں مانتے تو نہ مانیں! ترتیب کیا بلکہ انکے اصول موضوعہ پر اور انکی روایات اور اقوال آئمہ کی رو سے تو خود قرآن ہی حجت نہیں؟ تفصیل کا یہ مقام نہیں۔

(۳) قرآن کریم کی دوسری آیات اسکی مصد[illegible] موید ہیں کہ لفظ اہل بیت کا اطلاق ازواج (گھر والیوں) پر ہوا ہے۔ مثلاً سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی (زوجہ مطہرہ) حضرت سارہ کو فرشتوں نے فرزند کی بشارت دی۔ اور انہوں نے اپنے بانجھ ہونے اور اپنے شوہر کے بوڑھے ہونے کے باعث اس بشارت پر تعجب کیا۔ تو فرشتوں نے انکو جواب دیا وہ جواب قرآن مجید میں بایں الفاظ منقول ہے۔

اتعجبین من امر الله رحمة الله وبركاته عليكم اهل البيت انه حميد مجيد۔ (پ ۱۲۔ سورہ هود)

یعنی کیا تم اللہ کی قدرت سے تعجب کرتی ہو اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت ہے اور اسکی برکتیں ہیں۔ بے شک وہ ستودہ اور بزرگ ہے۔

اس آیت میں مخالفین بھی اعتراف کرتے ہیں کہ اہل بیت سے حضرت سارہؓ ہی مراد ہیں۔ جیسا کہ انکی کتب تفاسیر سے واضح ہے۔

(۴) محاورہ قرآنی میں کسی کا اہل بیت سوا اسکی زوجہ کے کسی کو نہیں کہا گیا۔ اور اگر کسی مقام پر لفظ اہل بیت بغیر کسی کیطرف مضاف کئے ہوئے مستعمل ہوا ہے تو وہاں بھی اس گھر کے رہنے والے ہی مراد ہیں نہ کوئی اور مثلاً

موسی علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ جب وہ پیدا ہوئے انکی والدہ نے فرعون کے خوف سے بحکم خدا (بتعلیم خدا) آپکو صندوق میں بند کر کے دریا کی موجوں کے حوالہ کر دیا اور وہ صندوق فرعون کی بی بی کے ہاتھ لگا۔ اور انہوں نے حضرت موسی علیہ السلام کو اپنا فرزند بنا لیا۔ اب انکو دودھ پلانے والی خاتون کی تلاش ہوئی۔ خداوند قدوس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسا کیا کہ انہوں نے کسی عورت کا دودھ نہ پیا۔ ادھر حضرت موسیٰ کی بہن بھی ایک اجنبی عورت بن کر وہاں پہنچیں اور فرعون کے گھر والوں سے کہا۔

فقالت هل ادلکم علی اهل بيت يکفلونه لکم وهم له ناصحون فرددناه الی امه (الایہ پ ۲۰ سورہ قصص)

ترجمہ: حضرت موسیٰ کی بہن نے کہا کہ ہم ایک ایسے اہل بیت کا پتہ بتائیں؟ جو تمہارے لئے اس بچہ کی پرورش کر دیں اور وہ اس بچہ کے خیر خواہ ہونگے۔ اس تدبیر سے ہم نے موسٰیؑ کو انکی ماں کی طرف واپس کیا۔ اس آیت میں لفظ اہل بیت کسی خاص شخص کی طرف منسوب نہیں تو بھی اس گھر کی رہنے والی حضرت موسیٰ کی والدہ مراد ہیں۔

ایک شبہ اور اسکا ازالہ:

مخالفین کہتے ہیں کہ اگر آیت تطہیر میں لفظ اہل بیت سے مراد ازواج مطہراتؓ ہوتیں تو عنکم اور یطہرکم میں مذکر کی ضمیریں نہ آتیں کیونکہ ازواج مطہرات مؤنثات تھیں۔ لہذا یہ خلاف وضع ہے۔

جواب نمبر۱ لفظ اہل بیت مذکر ہے۔ اور مصداق اسکا مؤنث ہے لہذا بہ رعایت لفظ ضمیر مذکر مستعمل ہوئی ہے۔ اور زبان عرب میں اسکے نظائر موجود ہیں کہ جب لفظ کی حیثیت کچھ اور ہو اور معنی کی حیثیت کچھ اور۔ تو اہل زبان ایسے موقع پر کبھی لفظ کی رعایت کرتے ہیں اور کبھی معنی کی مثلاً لفظ "من" باعتبار لفظ کے مفرد ہے اور باعتبار معنی کے جمع -

کقوله تعالیٰ ومن الناس من يقول امنا بالله وباليوم الاخر وما هم بمؤمنين۔ (پ۱ سورة البقره)

دیکھئے لفظ **من** کیلئے ایک جگہ بہ رعایت لفظ صیغہ واحد لایا گیا ہے اور دوسری جگہ بہ رعایت معنی **هم** ضمیر جمع لائی گئی ہے۔

جواب نمبر۲: یہ کہ اہل بیت میں خود ذات پاک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہے کیونکہ اس بیت کے رہنے والے آپؐ بھی تھے۔ پس آپؐ کے داخل ہونے کے سبب سے تغلیباً ضمیر مذکر کی مستعمل ہوئی ہے۔

جواب نمبر۳: اظہار **عظمت** یا اظہار محبت کیلئے کلام عرب میں عورتوں کیلئے بھی ضمیر مذکر لائی جاتی ہے۔ چنانچہ ایک شاعر اپنی محبوبہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے **فان شئت حرمت النساء سواکم**۔ اگر تو چاہے تو تمہارے سوا تمام عورتوں کو میں حرام کردوں۔ شاعر اس مصرع میں **سواکم** ضمیر جمع مذکر اپنی محبوبہ کیلئے لایا ہے۔

تائید مزید: علامہ زمخشری نے اس قاعدہ کو کہ عورت کیلئے مذکر کی ضمیریں کس موقع پر لاتے ہیں۔ واحد کیلئے جمع کی ضمیریں کس مقام پر لاتے ہیں۔ خوب بیان کیا ہے اور اس پر شعرائے جاہلیت کے یہ دو شعر بھی سنداً نقل کئے ہیں۔

فان شئت حرمت النساء سواکم
وان شئت لم اطعم نقاخا ولا بردا
فان تنکح انکح وان تتایمی
وان کنت افتی منکم اتیم

ان دو شعروں میں شاعر نے اپنی محبوبہ کیلئے ضمیر کم جو جمع مذکر کیلئے مخصوص ہے۔ استعمال کی ہے۔ قرآن مجید میں بھی بکثرت یہ محاورہ جابجا مستعمل ہے۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے۔ کہ **قال لاھلہ امکثوا الایہ** پ ۲۰ سورہ قصص۔) عورت کیلئے امکثی ہونا چاہئیے تھا۔ **امکثوا** جمع مذکر کیلئے ہے۔ شرح شواہد کشاف مطبوعہ مصر ص ۲۴ میں ہے

ربما خوطبت المراة الواحدة بخطاب الجمع المذكر يقول الرجل عن اهل فعلوا كذا مبالغة فی سترها حتی لاینطق بالضمير الموضوع لهاومنه قوله تعالى حكاية عن موسى عليه السلام قال لاهله امكثوا الايه

بسااوقات ایک عورت جمع مذکر کے صیغہ سے مخاطب بنائی جاتی ہے۔ مثلاً آدمی اپنی بی بی کے متعلق کہتا ہے فعلوا کذا یعنی انہوں نے ایسا کیا اس سے مقصود اسکے پردہ کا بلیغ اہتمام ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جو ضمیر عورت کیلئے مقرر ہے وہ بھی استعمال نہیں کرتا اور اسی قسم میں اللہ تعالیٰ کا قول حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حکایت میں ہے کہ انہوں نے اپنی بی بی سے امکثوا کہا یعنی ٹھہر جاؤ۔ تو ناقابل تردید دلائل سے ثابت ہو گیا کہ مذکر کی ضمیریں قرآن اور اہل زبان کے محاورہ میں عورتوں کیلئے بھی استعمال ہوتی ہیں۔ اب ایک شبہ اور پیش کیا جاتا ہے کہ اہل سنت کی صحیح ترین حدیث میں جو حدیث کساء کے نام سے مشہور ہے لفظ اہل بیت صرف چار بزرگوں پر بولا گیا ہے یعنی حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن۔ حضرت حسین۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما سے صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث و تفسیر میں ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے اور اس وقت آپ ﷺ ایک سیاہ رومی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ حضرت حسنؓ آ گئے تو آپ نے انکو اس چادر میں لے لیا اور حضرت حسینؓ آ گئے آپ نے انکو بھی اسی طرح چادر میں داخل کر لیا پھر سیدہ فاطمہؓ تشریف لائیں پھر حضرت علیؓ تشریف لائے انکو بھی آپ ﷺ نے چادر میں داخل فرما لیا۔ اور فرمایا:

اللهم هولاء اهل بيتي (رواه ابن جرير)

کہ اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ اور حضرت ام سلمہؓ کی روایت میں آتا ہے کہ اسوقت حضور ﷺ میرے حجرہ میں تشریف رکھتے تھے تو اس وقت آیت تطہیر **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس الایہ** نازل ہوئی لہذا اہل بیت رسول یہی چار بزرگ ہیں۔ اس مغالطہ اور غلط فہمی کے کئی جوابات ہیں۔

جواب نمبر۱۔ اول تو یہ محض غلط ہے ہرگز ہمارے یہاں کی صحیح ترین حدیث نہیں ہے اور نہ اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل بیت سے ازواج مطہراتؓ مراد نہیں ہیں۔ بلکہ یہی چار بزرگ مراد ہیں۔ اس حدیث میں تو اتنا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دعا مانگی ہے کہ یا اللہ یہ بھی میرے اہل بیت ہیں لہذا انکو بھی پاک کر دے۔ چنانچہ شیعہ مذہب کی معتبر ترین تفسیر البرہان فی تفسیر القرآن۔ میں اس آیت کی تفسیر میں یہی روایت حضرت ام سلمہؓ

سے دس جگہ نقل کی گئی ہے۔ سیدہ ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم)

وانامن اہل بیتک فجئت لادخل معهم فقال کونی مکانک یاام سلمہؓ انک الی خیرانت من ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال جبرائیل اقرایامحمدؐ انما یریداللہ لیذھب عنکم الرجس۔ الخ (البرھان ص ٣١٣ ج٣)

کہ حضور علیہ السلام نے جب ان چار بزرگوں کو چادر میں داخل فرما کر **اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی** فرمایا تو میں نے کہا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بھی داخل فرمالو کیونکہ میں بھی تمہاری اہل بیت ہوں۔ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تم اپنی جگہ پر رہو تم تو اس سے اچھی حالت میں ہو۔ اور تم تو نبی ﷺ کی ازواج میں سے ہو یعنی تم تو حقیقتاً اہل بیت ہو تمہارے چادر میں داخل کرنے کی اور تمہارے لئے دعا مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ ذرا سمجھنے اور غور کرنے کی بات ہے کہ اگر یہ **چار** (سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ۔ سیدنا حسن۔ سیدنا حسین) رضوان اللہ تعالیٰ علیہم لفظ اہل بیت سے مراد ہوتے تو آنحضرت ﷺ دعا کیونکر مانگتے۔ کیا اللہ تعالیٰ کو معلوم نہ تھا کہ اہل بیت نبی کون لوگ ہیں۔ حضور ﷺ نے بتلایا کہ یہ لوگ میرے اہل بیت ہیں بشرط انصاف ذرا دیکھئے کہ یہ حدیث خود بتا رہی ہے کہ یہ چاروں بزرگ اہل بیت نبی ﷺ میں داخل نہ تھے آنحضرت ﷺ نے انکو داخل فرمایا۔ البرھان ہی میں ہے کہ آیت تطہیر کے نزول کے وقت جب آنحضرت ﷺ نے ان چار بزرگوں کو چادر میں داخل کر کے انکے اہل بیت میں داخل ہونیکی دعا مانگی تو حضرت زینب نے عرض کیا:

فقالت زینب یارسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم) الاادخل معکم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ مکانک فانک الی خیر انشا اللہ تعالیٰ الخ (ص ٣٢٣ ج ٣)

حضرت زینبؓ نے عرض کیا کہ مجھے بھی داخل فرمائیں تو ارشاد فرمایا تم تو اس سے افضل اور بہتر ہو لہذا تمہارے کساء (چادر) میں داخل کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔

اسی وجہ سے علمائے محققین کہتے ہیں کہ حقیقتاً اہل بیت ازواج مطہرات ہیں اور حکماً یہ حضرات بھی ہیں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس وقت آیت تطہیر نازل ہوئی اس وقت یہ چاروں بزرگ اہل بیت نہ تھے۔

جواب نمبر ۲۔ فریقین کی روایات میں صرف انہیں چار بزرگوں کیلئے نہیں بلکہ انکے علاوہ کیلئے بھی لفظ اہل بیت بولا گیا مثلاً حضرت عباس اور انکے فرزندوں کیلئے بھی اس قسم کی دعا اہل سنت کی روایات میں منقول ہے۔ اور اہل تشیع کی روایات میں حضرت سلمان فارسی کیلئے لفظ اہل بیت مستعمل ہوا ہے۔ چنانچہ شیعہ مذہب کی اصل اصول اور بنیادی کتاب اصول کافی ص ٢٥٤ میں ہے کہ امام جعفر صادق نے فرمایا"

وانما صار سلمان من العلماء لانه امرء منا اہل البیت فلذلک نسبته الی العلماءالخ ۔

ترجمہ۔ بیشک سلمانؓ علماء میں سے ہیں ان کا شمار علماء میں اس سبب سے ہوا ہے کہ وہ ہم میں سے یعنی اہل بیت میں سے ایک شخص ہیں اس لئے میں نے انکو علماء کیطرف منسوب کیا ہے۔ نیز شیعہ مذہب کی معتبر ترین تفسیر البرھان ص ٣١٢ ج ٣ میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ بالا چار حضرات کو اپنی چادر میں داخل کر کے دعا مانگی **اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی** " تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا:

وقال جبرئیل انامنکم یا محمد فکان ساد سنا جبرائیل"۔

کہ چھٹے ہم میں سے جبرائیل علیہ السلام ہیں اور اسی تفسیر برھان کے ص ۳۲۱ ج ۳ پر ہے کہ حضرت واثلہ بن الاسقع کو آپ ﷺ نے فرمایا **وانت من اهلی** "کہ تو میرے اھل میں سے ہے۔ اور اس تفسیر کے ص ۳۲۴ ج ۳۔ پر ہے کہ زید بن ارقم فرماتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان پانی کے ایک **تالاب** (حوض) **حضورؐ نے خطبہ ارشاد فرمایا سب سے پہلے** اللہ تعالیٰ کی حمدوثنا اور تعریف فرمائی پھر فرمایا اما بعد اے لوگو! میں ایک آدمی ہی ہوں **جیسے تم** قریب ہے کہ مرے رب کا رسول (فرشتہ) مرے پاس آئے اور میں اسکی بات قبول کر لوں۔ تو میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں۔ اور وہ دونوں بہت بھاری وزنی چیزیں ہیں۔ پہلی چیز تو اللہ کی کتاب ہے اسمیں ھدایت اور نور ہے۔ فلھذا اسکو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ آپ ﷺ نے تمسک بکتاب اللہ پر بہت ترغیب دی پھر فرمایا (**دوسری چیز**) **میرے اہل بیت ہیں** میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں خدا کا خوف دلاتا ہوں یہ کلمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ارشاد فرمایا۔ حضرت حصینؓ فرماتے ہیں میں نے زید بنؓ ارقم سے پوچھا کہ حضور ﷺ کے اہل بیت کون لوگ ہیں؟ کیا آپ کی ازواج مطہراتؓ آپ کے اہل بیت نہیں ہیں؟ فرمایا:

قال نساؤه من اہل بیتہ الخ

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بھی حضور ﷺ کے اہل بیت ہیں۔

اہل سنت والجماعت کا بھی یہی مذہب ہے کہ اہل بیت رسول حقیقتاً ازواج مطہراتؓ ہیں۔ اور حضرت علی حضرت فاطمہ حضرت حسن۔ حضرت حسین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور حضرت عباس اور انکی اولاد اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم بہ دعائے رسول ﷺ اس فضیلت میں شامل کئے گئے ہیں۔

اور ازواج مطہرات رضوان اللہ تعالیٰ علیھن کیلئے قرآن کریم گواہی دے رہا ہے کہ وہ دنیا کی زندگی اور اسکے زیب و زینت کی طالب نہ تھیں۔ بلکہ اللہ و رسول ﷺ اور آخرت کی طالب تھیں۔ وہ تمام ایمان والوں کی مائیں ہیں۔ ان سے ابدی طور پر بعد رسول کے کوئی نکاح نہیں کر سکتا۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا نے یہ اختیار سلب کر لیا۔ کہ وہ اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دیں۔ جیسا کہ سورۃ الاحزاب میں ہے۔

لایحل لک النساء من بعد ولا ان تبدل بھن من ازواج ولواعجبک حسنھن الا ما ملکت یمینک۔ وکان اللہ علی کل شیئ رقیبا۔ (پ ۲۲ رکوع ۔ ۳ آیت نمبر ۵۲)

ترجمہ۔ اسکے بعد آپ کے لئے عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ کہ آپ ان کی جگہ اور عورتیں تبدیل کریں اگرچہ آپ کو ان کا حسن پسند آئے مگر جو آپ کی مملوکہ ہوں اور اللہ ہر ایک چیز پر نگران ہے۔"

لہذا ازواجؓ مطہرات کا اہل بیت رسول ہونا متیقن ہے۔ حضرت سعید بن جبیرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے بھی یہی روایت کیا ہے کہ انہوں نے آیت ھذا میں اہل بیت سے مراد ازواجؓ مطہرات کو قرار دیا ہے اور استدلال میں اگلی آیت پیش فرمائی (رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر) حضرت عکرمہؒ اور حضرت مقاتلؒ تابعین نے یہی فرمایا ہے۔

واذکرن مایتلی فی بیوتکن الایہ

اور سابقہ آیات میں

ینساء النبی لستن کاحد من النساء الایہ

کے الفاظ سے خطاب بھی اسکا قرینہ ہے۔ چنانچہ منافقین نے جب سیدہ طاہرہ پر تہمت لگائی تو حضور ﷺ نے فرمایا:

ما علمت علی اهلی الا خیرا۔" بخاری۔

یعنی میں اپنے گھر والوں پر بھلائی ہی جانتا ہوں۔" کوئی آیت یا کوئی حدیث ایسی نہیں ملتی جس میں فرمایا گیا ہو کہ صرف اولاد اہل بیت ہیں۔ اور بیویاں اہل بیت نہیں۔ یہ صرف خیال ہے جسکی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عکرمہ تو بازار میں منادی کرتے تھے کہ آیت تطہیر میں اہل بیت سے مراد ازواج مطہرات ہیں کیونکہ یہ آیت انہی کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور فرماتے تھے کہ میں اس پر مباہلہ کرنے کیلئے تیار ہوں۔ معارف سورۃ الاحزاب ص ۱۴۰ ج ۷ حاصل بحث یہ ہے کہ ازواج مطہرات ہی حقیقتاً اہل بیت ہیں اور انہیں کا راستہ ہی طریق نجات ہے۔ اب ذرا انصاف سے فرمایئے گا اہل بیت والے سنی ہیں یا شیعہ؟ نجات یافتہ گروہ اہل سنت کا گروہ ہے یا اہل تشیع کا؟

اس پاک گروہ کے متعلق فرمایا میرے اہل بیت کشتی نوح کی طرح ہیں جو اس پر سوار ہو گیا نجات پا گیا جو الگ رہا وہ ڈوب گیا (حاکم عن ابی ذر رضی اللہ عنہ)

نیز فرمایا" اس پر خدا کا غضب ہو جو میرے اہل بیت (ازواج مطہرات) کو ستا کر مجھے دکھ پہنچائے۔ دیلمی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ)

سوال ۵ تا ۶ — پانچویں سوال کا خلاصہ یہ کہ تمہارے عقیدے کے مطابق جب صحابہ کرام غیر معصوم پارسا ہیں تو پھر ان پر جرح و تنقید کیوں نہیں ہو سکتی؟ اگر ایسا ہی ہے تو پھر ایسے مذہب و عقیدہ کے قبول کرنے کا کیا فائدہ جو انسان کی آزادی رائے و تنقید و جرح کو سلب کرے۔ جبکہ دین کا بنیادی مشن بھی یہ ہے کہ وہ حق و باطل میں فرق نمایاں کرے جھوٹ اور سچ میں فرق کرے اور سنی مذہب میں تنقید کے حق پر پابندی ہے۔ اسکا جواب درج ذیل ہے۔

جواب: اسلام میں صحابیت سب سے بڑا درجہ ہے پیغمبر ﷺ کے بعد صحابی ہی اعلیٰ مرتبے والے ہیں۔ تمام دنیا کے اولیاء اقطاب، ابدال، غوث سب کے سب ملکر ایک ادنی صحابی کی گرد راہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور انکی گرد راہ کو نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ انہوں نے ایمان کی حالت میں پیغمبر کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہے۔ اور وہ صحبت یافتہ جناب مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء ہیں۔ اور تمام صحابہ کرام دین کے بارے میں عادل و ثقہ ہیں۔ سارے صحابہ متقی ہیں۔ پرہیز گار اور پارسا ہیں ان میں سے کوئی بھی فاسق و فاجر نہیں۔ پہلے تو ان سے گناہ سرزد ہوتے ہی نہیں اور اگر سرزد ہو جائے تو رب تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے تو صحابیت اور فسق جمع نہیں ہو سکتے جیسے اندھیرا اور اجالا جمع نہیں ہو سکتے۔ جس طرح سارے نبی گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں ویسے ہی تمام صحابہ فسق سے مامون و محفوظ ہیں۔ کیونکہ قرآن کریم نے ان سب کے عادل متقی پرہیز گار ہونے کی گواہی دی اور ان سے مغفرت و جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

میں نے قادیانیت سے بغاوت کر دی

زیڈ۔اے سیلری

☆...... "آپ کب اور کہاں پیدا ہوئے ؟"

○...... "میں سیالکوٹ کے ... چھاؤنی میں 6 جون 1913ء میں پیدا ہوا تھا"

☆...... "آپ کے والد کیا کام کرتے تھے ...؟"

○...... "وہ زمیندار تھے۔ میرے والد فارسی کے بہت بڑے عالم تھے انہیں مذہب سے بہت لگاؤ تھا' وہ سیلانی طبع تھے۔ انہوں نے سارے ہندوستان کو دیکھا تھا"

☆...... "والد صاحب کا نام کیا تھا...؟"

□...... "حاجی کریم بخش"

☆...... "انہوں نے حصول علم کی خاطر ہندوستان کے سارے علاقے دیکھے تھے یا کوئی وجہ تھی ؟"

○...... "بتایا نا کہ وہ فارسی کے بہت بڑے عالم تھے ان کی طبیعت میں دو باتیں تھیں ایک تو انہوں نے حصول علم کی خاطر یہ سفر کئے تھے اور دوسری بات یہ کہ وہ سیلانی آدمی تھے اور ظاہر ہے آپ کسی ایسے آدمی کو ایک جگہ ٹھہرا نہیں سکتے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ انہوں نے میرٹھ جا کر شادی کی تھی"

☆...... "انہوں نے ... اپنی پسند سے کی تھی...؟"

□...... "بزرگوں کے بارے میں یہ تو نہیں کہا جا سکتا البتہ یہ بتا دوں کہ وہ مذہبی آدمی تھے"

☆...... "آپ کتنے بہن بھائی تھے...؟"

□...... میری دو بہنیں اور ایک بھائی تھا۔ سب سے بڑا میں ہی ہوں"

☆...... "آپ کا شمار کس طبقہ میں ہوتا تھا ...؟"

○...... "ہم متوسط طبقہ کے لوگ تھے ہمارے گھر کا ماحول بہت سادہ تھا"

○...... "آپ کی شخصیت پر والد اور والدہ میں سے کس کا زیادہ اثر ہے...؟"

○...... "میرے والد کا...... میں ان کا بہت چہیتا تھا۔ وہ ہم سے الگ رہا کرتے تھے میں جب بہت چھوٹا تھا تو انہوں نے مجھے حیدر آباد دکن بلایا تھا۔ میری بھی والد کی طرح سیلانی طبیعت ہے۔ مجھے بچپن سے ہی پڑھنے لکھنے کا شوق تھا اور حصول علم کے لئے بہت تگ و دو کی ہے"

☆...... "آپ نے والد صاحب سے کبھی شکایت نہیں کی کہ وہ آپ سے الگ کیوں رہتے تھے......؟"

○...... "نہیں .... ویسے وہ آتے جاتے ہی رہتے تھے۔ آخر میں وہ قادیان منتقل ہو گئے تھے ان دنوں ہم قادیان میں ہی رہتے تھے۔ جب میں میٹرک کا امتحان دے رہا تھا تو وہ فوت ہو گئے تھے"

☆...... "کیا والد کی وفات کے بعد بھی قادیان میں ہی رہتے تھے......؟"

○...... "میں نے چھوڑ دیا تھا"

☆...... "اس کی وجہ کیا تھی......؟"

○...... "میں اس علاقے کے ماحول سے اکتا گیا تھا علاقے کو خیرباد کہتے ہوئے قادیانیت بھی چھوڑ دی تھی"

☆...... "کیا آپ قادیانی تھے......؟"

○...... "ہاں میرے والدین قادیانی ہو گئے تھے۔ میرے والد نے حج بھی کیا تھا لیکن بعد میں قادیانی مذہب کو اپنا لیا تھا۔ ان کے ساتھ سارا گھرانہ شامل تھا۔ مجھے جب شعور آیا اور خصوصاً میٹرک کرنے کے بعد جب دہلی اپنی خالہ کے ہاں گیا تو اس مذہب کے خلاف میں نے اپنے خاندان سے بغاوت کر دی"

☆...... "اس بغاوت کا محرک کیا تھا......؟"

"میں نے قادیانیت سے بغاوت کر دی تھی"

○ ...... " میں شروع سے ہی سیاست پڑھ رہا تھا۔ جب میں نویں جماعت میں تھا تو انگریزی کا اخبار " پائنیر " خرید کر پڑھتا تھا۔ اس سے مجھے مسلمانوں کے نقطہ نظر کا علم ہوتا رہتا تھا۔ میں نے غور و فکر کیا کہ قادیانی خود کو مسلمان کہلاتے ہیں مگر مسلمانوں سے الگ رویّہ اور مؤقف رکھتے ہیں " ۔

☆...... " انہوں نے الگ سے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنالی تھی۔ جس پر مجھے اچنبھا ہوتا تھا۔ میں نے سوچا کہ آخر وہ ایسا کیوں کرتے ہیں...... ؟ "

○ ...... " جب میں میٹرک کے بعد دہلی اپنے خالو خالہ کے پاس گیا تو اس سوال نے مجھے مجبور کیا کہ ان کے عقائد کا جائزہ لوں۔ میں علامہ اقبال اور دوسرے اسلامی مشاہیر کی کتب پڑھنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچا کہ یہ جماعت بنیادی طور پر مسلمانوں سے الگ عقائد رکھتی ہے۔ اس کی اصل وجہ ختم نبوت ﷺ سے انکار تھا۔ ان کے مؤقف کے مطابق اگر ختم نبوت ﷺ کا دروازہ بند نہیں ہوا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ

"میرے والدین قادیانی ہو گئے تھے"

"میرا عشق صحافت ہی سے رہا ہے"

مسلمانوں پر انتشار کا دروازہ کھل گیا ہے۔ قرآن میں آیا ہے کہ "اور ایک دن اسلام تمام دنیا پر چھا جائے گا" اگر امت مسلمہ ہی متحد نہ رہی اور نبیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا تو پھر اس امت کے اتحاد کا کوئی امکان نہیں۔ پھر جب قادیانیوں سے پوچھا جاتا کہ اگر نبوت ﷺ کا دروازہ کھل گیا ہے تو کیا اور نبی بھی آئیں گے۔ تو وہ اس سے انکار کرتے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ نعوذ باللہ نبی پاک ﷺ کی نبوت ان کو منتقل ہو گئی ہے۔ پھر میں نے قادیانیت کے محرکات کو سمجھنا شروع کیا۔

قادیانیت جن حالات میں پیدا کی گئی وہ وقت انگریزوں پر وبال جاں بنا ہوا تھا۔ مسلمان انگریزوں کے خلاف تھے۔ انگریزوں نے ہر طرح سے مسلمانوں کو دبانا چاہا تھا مگر وہ ناکام رہے تھے۔ انگریز اسلام کو دارالحرب کہا کرتے تھے۔ انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ مسلمانوں کے اندر سے ایک مذہبی جماعت پیدا کی جائے جو اسلام میں انتشار پھیلانے کا باعث بنے۔ انگریزوں نے اس مقصد کے حصول کی خاطر کئی ملّاؤں سے فتوے بھی جاری کروائے مگر وہ پھر بھی ناکام رہے تھے۔ "جہاد" اسلام کا بنیادی رکن ہے۔

انگریزوں نے مسلمانوں کو جہاد سے دور کرنا چاہا اور اس کے اسلامی فلسفہ کو غلط رنگ دینے کی سازش تیار کی۔ انہوں نے مرزا غلام احمد کی خدمات لیں۔ مرزا غلام احمد نے قادیانیت کی بنیاد رکھی اور عقیدہ جہاد کو چھوڑنے کا کہا۔ انگریزوں نے مرزا غلام احمد کو نبوت ﷺ کے مقام پر لا کھڑا کیا۔ قادیانیت نے یہ اصول وضع کیا کہ مسلمان غیر مسلم حکومت کے محکوم اور ماتحت رہ سکتے ہیں۔ جہاد و قتال امن پسند قوموں کا عقیدہ نہیں ہوتا۔

ہمارے مخالفین جہاد سے خوف زدہ رہتے تھے۔ اور ان کے لئے مرزا غلام احمد نے ایک عقیدہ پیش کر دیا تھا۔ انگریزوں کی حکمت عملی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں سے ایک جماعت نے الگ مذہب تشکیل دے لیا۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس میں انگریزوں کی سازش نہیں تھی۔ آپ خود دیکھ لیں کہ اگر کسی کو امریکہ جانا ہے تو قادیانی بن کر آسانی سے چلا جاتا ہے اور یہ فرقہ عالم اسلام کے خلاف یہودی لابی کا ساتھ دیتا ہے۔

ہندوؤں کو مسلمانوں میں سے لیڈر شپ یا اعلیٰ عہدے کیلئے آدمی چاہئے تو وہ قادیانی کو ترجیح دیتے ہیں۔ عام مسلمان کو اہمیت نہیں دیتے۔

اسی سوچ بچار کے بعد میں نے قادیانیت سے بغاوت کر دی تھی "

○ ...... "اس پر گھر والوں نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا...... ؟ "

☆...... " خاندان میں ایک طوفان بپا ہو گیا تھا اور پھر ایسے وقت میں جب میں معاشی مسائل سے دوچار تھا' اور مجھے گھر والوں کی مدد کی ضرورت بھی تھی میں اپنے مؤقف اور عقیدے سے نہیں ہٹا تھا۔ اس وقت میری خالہ اور خالو نے بڑی مدد کی تھی۔ خالہ نے گھر والوں سے کہا تھا کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دو یہ اپنا اچھا برا خوب سمجھتا ہے " ۔

○ ...... " گھر میں آپ کو کس نام سے پکارا جاتا تھا...... ؟ میں نے گفتگو بدلتے ہوئے سلہری صاحب سے پوچھا ۔

☆...... " مجھے ضیاء کہا جاتا تھا۔ میرا اصل نام تو ضیاء الدین احمد ہے "

مولانا محمد امین صاحب جھنگوی

انقلابی مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

گرد بیٹھی کفر کی اٹھی رسالت کی نگاہ
گر گئے طاقوں سے بت خم ہو گئی پشت پناہ
چرخ سے آنے لگی پیہم صدائے لاالٰہ
ناز سے کج ہو گئی آدم کے ماتھے پر کلاہ
آتے ہی ساقی کے پھر ساغر گیا خم آگیا
رحمت یزداں کے ہونٹوں پر تبسم آگیا
آگیا جس کا نہیں ہے کوئی ثانی وہ رسول
روح فطرت پر ہے حکمرانی وہ رسول
جس کا ہر تیور ہے حکم آسمانی وہ رسول
موت کو جس نے بنایا زندگانی وہ رسول
محفل سفا کی و وحشت کو برہم کر دیا
جس نے خون آشام تلواروں کو مرہم کر دیا

مصلح اعظم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت تمام انبیاء کرام اپنے اپنے وقت مقررہ میں اپنی امتوں کو دیتے رہے۔ چونکہ حضور انسانیت کے آخری نجات دہندہ رہنما تھے۔ آپ کی آمد پر جن وانس کی نگاہیں لگی ہوئی تھیں۔ اس لئے الوالعزم انبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے اپنے عہد معہود میں یوں گویا ہوئے

ربنا وابعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایاتہ

اسی وادی میں تیرا ہادی موعود ہو پیدا
کرے جو فطرت انسان کو تیرے نام پر شیدا

عیسٰے علیہ السلام اپنی امت کو ان الفاظ میں بشارت دیتے ہیں۔

ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

ان پیغمبروں کے علاوہ اور دنیا کے مشہور بزرگ راہبر اور روحانی پیشولوں اور رہنمایان مذہب نے جو مقالات بیان کئے ہیں۔ ان کا قرآن مجید کے علاوہ اور کتب میں ذکر ہے۔

حضور کی تشریف آوری کے متعلق یونان کے مشہور فلاسفر سقراط نے یوں رقم فرمایا: ملک عرب میں ایک عظیم الشان نبی پیدا ہوگا۔ جو اللہ اور مخلوق کے درمیان واسطہ بن کر دونوں کے درمیان راہ پیدا کرے گا۔ میرے لئے یہ بہتر ہے اور ضروری ہے کہ آسمان سے ایک عظیم الشان انسان اترے اور ہمکو ہدایت کرے اور میں اس کی

تصدیق کروں۔
ایران کے ایک زبردست حکیم جاماسپ نے اپنی کتاب جاماسپ نامہ میں حضور کی آمد کی بشارت یوں دی۔
(تلامذة المدارس الانكلشيه مطبوعات بيروت ١٨٨٦ء)
عرب سے ایک عظیم الشان انسان ظاہر ہو گا۔ خوبرو خوش گفتار میانہ قد گندم گوں اسلام کی دعوت دے گا۔ اس کی دعوت ہفت کشور میں پہنچے گی۔ اس کی نرینہ اولاد نہ ہو گی۔ بیٹیاں ہوں گی اس کا دین روز بروز قوی تر ہوتا جائے گا۔ موجودہ بادشاہوں کی حکومت مغلوب و مقہور ہو گی۔ ٹوپی کی بجائے عمامہ رکھے گا۔ فارسیوں کے آتش خانے برباد ہوں گے۔ اور وہ ہمارے شاہی رسوم کو اٹھا دیں گے۔ اس کا نام مہرازما ہو گا۔ اس کے آنے کا نشان یہ ہے کہ عورتوں اور لڑکوں کے ہاتھ میں اس وقت بادشاہی ہو گی۔ تم کو چاہیئے کہ اس کا دین فوراً قبول کر لو۔

پارسیوں کی مشہور کتاب نامہ شت سامنان میں یہ الفاظ مندرج ہیں عرب میں ایک عظیم الشان نبی پیدا ہو گا۔ اس کے متبعین کے ذریعہ ایران کا تاج تخت جاتا رہے گا۔ تم دیکھو گے۔ کہ ابراہیم کا بنایا ہوا گھر بتوں سے خالی ہو گا۔ اور قبلہ رخ نماز پڑھی جائے گی۔ اس نبی عربی کے پیروکار مدائن اور اس کے گردو نواح اور طوس و بلخ کے آتشکدوں اور بڑے بڑے مقامات پر قبضہ کر لیں گے۔ پارسیوں کی ایک اور کتاب وساتیر میں لکھا ہے۔ آدم کا بنایا ہوا خانہ کعبہ بے پیکر ہو جائے گا قبلہ رخ نماز پڑھی جائیگی طوس اور بلخ اور دوسرے بڑے بڑے جگھوں کو عرب لے لیں گے۔ اور ان کا آئین بنانے والا ایک مکمل بزرگ ہو گا۔

دستور سیزدہم سامان چہارم

وہ مبشر رسول آیا جو صرف آنے کے لئے آیا تھا۔ اور اس سے پہلے جو بھی آئے وہ سب جانے کے لئے آئے۔ وہ انقلابی ریفارمر جس کی آمد کی بشارت دے کر وہی انبیاء چشم براہ تھے جس کی آمد سے خیمہ افلاک مزین کیا گیا۔ جس کا ذکر موذن کی اذانوں اور فرشتوں کی دعاؤں میں جاری وساری ہونا تھا۔ وہ

ورفعنالك ذكرك

کا تمغہ کالی کملی کا لباس، مزمل کا اوڑھنا اوڑھکر فاران کی چوٹیوں سے نمودار ہوا۔ اس کی آمد سے ذرہ ذرہ دہر کا جگمگا اٹھا۔ وہ انقلابی پیغامبر جس نے ہر صنف و نوع مذمومہ کی اصلاح فرمائی اور صدیوں کے گم گشتہ راہوں کے سر تاج راہبری پہنا کر

اصحابى كا النجوم بايهم اقتديتم اهتديتم

سے متوج فرمایا۔ اس کا ذکر چھوٹا منہ بڑی بات۔

ما ان مدحت محمد ابمقالتى

ولكن مدحت مقالتى بمحمد

چھٹی صدی عیسوی ماہ ربیع الاول بحر احمر کے ساحل ریگستانی علاقہ میں داعی سلطنت الہیٰ کا ظہور ہوا۔ اور ایک یتیم لاوارث بچہ آمنہؓ کی گود میں مظہر جلال خداوندی بن کر نمودار ہوا۔ جس کا باپ اپنے لخت جگر کی پیدائش سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو چکا تھا۔ نقطہ ایک ماں کی شفقت بھری گود تھی۔ اور چچا اور دادا کا سایہ تھا کچھ دن گزرے

آغوش مادر سے بھی محروم ہوا۔ چند دن کے بعد چچا اور داد کا سایہ عاطفت بھی جدا ہوا دنیا حالات حاضرہ دیکھ کر تحیر میں رہی۔ کہ جس کے یارومددگار ایک ایک ہو کر رخصت ہوئے انہیں کیا خبر تھی۔ کہ یہ بچہ لاوارث یتیم ظاہر میں بے سروسامان۔ لیکن آگے چل کر بھی دنیا کا راہبر اور ہادی بنے گا۔ اور دنیا کی سلطنتیں اس کے قدموں پر اپنا سیم وزر قربان کرنے کو تیار ہوں گی۔

صاحب وہاں تو ظل پدر ناگوار تھا
اور آپ کہہ رہے ہیں نبی سایہ دار تھا
پیدا ہوئے تو باپ کا سایہ اٹھا لیا
اور بڑھنے لگے تو مادروعم ہو گئے جدا
گھٹنوں کے بل چلے تو دادا عدم کو روانہ تھا
ایک ایک سایہ آپ کے سر سے اٹھتا چلا گیا
سائے پسند آئے نہ پروردگار کو
اور بے سایہ کر دیا اس سایہ دار کو

وہ موعود پیغمبر جب اس ظلمت کدہ میں ظہور پذیر ہوا۔ تو اس وقت دنیا بہت نازک ترین دور سے گزر رہی تھی۔ وسط عرب کی حالت اس وقت بہت ہی ابتر تھی۔ قبیلہ قبیلہ کا خدا الگ تھا۔ سفر و حضر کا الگ۔ ہر انوکھی اور نرالی چیز خدا تھا۔ خونریزی اور غارت گری کا بازار گرم تھا۔ ادنی ادنی سی باتوں پر قبیلوں میں کشمکش ہو جاتی۔ جو مدتوں تک خونریزی کا باعث بنتی سلاسل غلامی سے بند بند جکڑا ہوا تھا۔ سطح ارض کے لینے والوں پر عرصہ حیات تنگ تھا۔ انسانیت پامال ہو رہی تھی اور دنیا کسی ایسے مصلح اعظم کی جویاں تھا جو انہیں اس عذاب الیمہ کے گرفتار ندوں کو پیغام امن و صلح دے وہ مصلح اعظم محمد عربی فداہ امی و ابی دکھی انسانوں کا سہارا زخمی دلوں کی دوا یتیموں کا والی، مسکینوں کا مولی آیا جس کا رحمت بھرا پیغام کسی ملک وملت قوم اور نوع سے تعلق نہ رکھتا تھا۔ بلکہ اس کا داعیہ ہر کالے گورے عربی و عجمی، رومی، زنگی، حبشی، اسود واحمر پر مشتمل تھا۔ اس سادگی پسند پیغمبر نے لڑکپن میں بکریاں چرا کر بتلا دیا کہ میری یہ گلہ بانی جہانبانی کا پیش خیمہ ہے۔ دنیا کی رذیل حالت دیکھ کر اس کے دل میں رحم آیا۔ کہ اف انسان انسان کا غلام۔ انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اس کی جبیں ماسوائے مالک ذوالجلال مالک کون و مکان کے بغیر کسی کے آگے خم نہ ہو۔ اور نہ ہونی چاہیئے۔ شجر و حجر کی پوجا پاٹ دیکھ کر فرمایا دنیا اور اس کی مادی طاقتیں اور مافیہاسب انسان کے تابع ہیں۔ پھر انسان اعلیٰ ہو کر ان کی جبیں سائی کیوں کرتا ہے۔ جبکہ ہر چیز انسان کی غلامی کے لئے دست بستہ حاضر ہے ان سوتے ہوئے عربوں کو جھنجھوڑ کر کہا:

اے اللہ کے در سے بھٹکے ہوئے انسانو! میں تم کو اس ذات کی طرف بلاتا ہوں۔ جس نے تم کو اشرف المخلوقات بنا کر جہاں کا بادشاہ بنایا۔ سب کچھ تمہارے لئے ہے اور تم اللہ کے لئے ہو۔ اے گلہ بانو آؤ میں تم کو دین و دنیا کے ایسے اصول بتاؤں۔ جس پر چل کر تم جہانبان بن جاؤ۔ اے متکبرین کی نگاہ سے گرے ہوئے انسانو! آؤ میری تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر تخت نشین بن کر آسمان عزت ووقار کے نیر تاباں ہو جاؤ۔ اے منزل مقصود سے

گم گشتہ انسانو۔ میری طرف آؤ۔ میں تم کو اصلی منزل مقصود کی طرف لے جاؤں گا۔ میری بعثت کا مقصد یہی ہے کہ میں تمام انسانوں کو ایسے مرکز پر لاکھڑا کر دوں۔ جو انسانیت کا صحیح مرکز ہے۔

رہبر کائنات کا یہ پیغام کوہ صفا کے بسنے والوں کے لئے نہ تھا۔ اس کا پیغام تمام دنیا کے لئے تھا۔ کیونکہ وہ دنیا کا مصلح اعظم تھا۔ محض عرب کا مصلح نہ تھا۔ اس داعی حق کی تعلیم نے چند دنوں میں ایک ایسا انقلاب پیدا کیا۔ جس سے دنیا متحیر رہ گئی۔ اس نے اپنے صدق سے کئی صدیق پیدا کئے اور اپنی شجاعت سے عمرؓ و علیؓ جیسے دلاور پیدا کئے۔ اپنے غنا سے عثمان جیسے کئی غنی پیدا کئے۔ خالد وابوعبیدہ سعد، عمرو، ابو موسیٰ، معاویہ ابن ابی سفیان جیسے ہزاروں فاتح پیدا کئے جن کے نام سن کر دنیا اب بھی لرزہ براندام ہے۔ اس کی تعلیم نے طلحہ و زبیر عبداللہ عبدالرحمن جیسے غیر متمدن انسانوں کو ایسا کامیاب تاجر بنایا۔ کہ جن کی دولت اور زر و جواہر پھاوڑے سے کاٹ کر تقسیم ہوئے۔ اور مصعب و عامر جیسے عبادہ ابن مسعود و ابن عمر جیسے لاکھوں جاہل انسانوں کو علوم و معارف کی وہ بلندیاں عطا فرمائیں۔ جس کو دیکھ کر دنیا اب بھی انگشت بدنداں ہے۔ غرضیکہ انسانی ترقی کا کوئی زینہ ایسا نہ چھوڑا۔ جہاں اپنے پیروؤں کو گامزن نہ کیا۔ مغیرہ بن شعبہ کی اس جوابی تقریر کے الفاظ پر غور کرو جبکہ انہوں نے معرکہ قادسیہ سے رستم کی باطل قوت پر بے جا فخر و مباہات کے رد میں مجاہدانہ انداز میں فرمایا تھا اور جس انداز میں وہاں پہنچا تھا۔

اما ماذکرت من عظیم سلطانکم ورفاهته عیشکم و ظهور کم علی الامم وما اوتیتم من رفیع شانکم نحن کل ذلک عارفون و ساخبرک و عن حالنا ان الله وله الحمد انزلنا بقضار من الارض مع اکماالرز والعیش التفشف یا کل قرینا ضعیفاً و نقطع ار حامنا ونقتل اولاد ناخشیته الاملاق و نعبد الاوثان فبینا نحن کذلک اذبعث الله فینا نبینا واکرم ازرمته علینا وامره ان یدعو الناس الی شهادة ان لا اله الا الله وان نعمل بکتاب انزله الینا فامنًا وصدقناه فامرنا ان ندعو الناس الی ماامره الله فمن اجابنا کان له مالنا وعلیه مالنا ومن ابی ذلک سالناه الجذیته عن ید فمن ابی جاهدنا لاوانا ادعوک الی مثل ذلک فان ابیت فالسیف۔ (الاخبار الطوال لابی حنیفه الدینوری ص۱۲۱)

اس مجاہدانہ انداز سے ان کی حق گوئی اور بلا خوف و خطر اور بڑے بڑے جاہیت بادشاہوں کے درباروں میں اپنی مہیب و پر جلال آواز سے تمام درباریوں کو سراسیمہ کر دینا ادنیٰ اثر تھا۔ اس انقلابی پیغمبر کی تعلیم کا جس نے بھی تعلیم دی تھی۔

لا نافع ولاضار الا الله

بھلا ایسی تعلیم جن کے رگ و ریشہ میں موجزن ہو۔ اس کو ان مادی طاقتوں اور پرہیبت بادشاہوں کے درباروں سے کیا جھجک محسوس ہو سکتا ہے (فداہ ابی وامی) حضرت عمر نے امیر لشکر حضرت سعد کو لکھا کہ بادشاہ فارس کو اللہ کا پیغام پہنچاؤ اور اسلام کی دعوت دو۔ چنانچہ حضرت سعد نے عمرو بن معدی کرب اور اشعث کندی کو مجاہدین اسلام کے ایک گروہ کے ساتھ مذہب اسلام پیش کرنے کے لئے روانہ کیا۔ جب یہ وفد رستم کے پاس پہنچا تو اس نے سفیہانہ لہجہ میں کہا۔ کہ آپ کا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ دوران گفتگو میں صحابہ کرام نے رستم سے نہایت دلیری کے ساتھ فرمایا

ہمارے نبی نے ہم سے وعدہ کیا ہے کہ ہم فارس کی زمین پر غالب ہو کر رہیں گے۔ رستم نے یہ سن کر ایک مٹی کا ٹوکرا منگوایا اور کہا ہماری زمین سے یہ تمہارا حق ہے۔ جس کا تم کو تمہارے داعی نے وعدہ کیا ہے۔ جھٹ عمرو نے بڑھ کر اپنی چادر بچھا دی۔ اور اس مٹی کو فوراً اس میں ڈال کر چلتے بنے۔ اس پر ان سے سوال کیا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا۔ عمرو نے جواب دیا

تفاولت بان ارضهم تصيرالينا و نغلب عليها

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ان صحرا نشین عربوں کے قدم سے ایرانی تاج و تخت روندا گیا اور اس کا ایسا عبرت ناک خاتمہ ہوا۔ کہ آج تک اس بادشاہ کا نشان پھر قائم نہ ہو سکا۔ عربوں کی بے پناہ طاقت دیکھ کر یزد جرد بحالت فرار اپنی زبان سے یوں کہہ رہا تھا۔ اور آسمان کو مخاطب کر رہا تھا۔ کہ افسوس اور صد افسوس

زشیر شتر خوردن سو سمار
عرب رابجا ایں رسید است کار
کہ تخت کیاں راکنند آرزو
تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

پرستار زادوں کو بخشی حکومت
درندوں کو سکھلا دی رسم اخوت
بتائے زمانے کو اسرار حکمت
کیا اہل عالم کو شیدائے نصرت
غلاموں کو کشور ستاں کر کے چھوڑا
شبانوں کو عرش آشیاں کر کے چھوڑا

جب شکست خوردہ ایرانی فوج میدان کارزار چھوڑ کر مدائن میں پناہ گزین ہوئی اور معاً جنگی تیاریوں میں مصروف ہوئی۔ ادھر اسلامی لشکر دجلہ کے کنارے مدائن کے مقابلہ میں آ کر مقیم ہوا۔ جب حضرت سعد سپہ سالار کو ان کی سازش سے آگاہی ہوئی۔ تو آپ نے عبور دجلہ کے لئے فوج کو حکم فرمایا اور پہلے خود ہی اپنا گھوڑا دریا میں بسم اللہ کہہ کر ڈال دیا۔ پھر کیا تھا۔ تمام لشکر نے حضرت سعد کے پیچھے اپنی سواریوں کو دریا میں ڈال دیا۔ اسی کے نام پر توکل کرتے ہوئے جس کے دین کی حفاظت کے لئے گھر بار چھوڑا تھا۔ خدا کے فضل سے تمام لشکر صحیح سالم پار اتر کر مدائن میں داخل ہوا۔ جب ایرانیوں نے یہ کیفیت دیکھی تو خوف و ہراس سے یک زبان ہو کر کہنے لگے۔ دیوان آمد نہ دیوان آمد نہ۔ اس تاریخی واقعہ کے نقل سے آخذ یہ کرنا ہے کہ دجلہ جیسے ذخار و مواج دریا کو عربوں نے کیسے عبور کیا اور دامن کو تر نہ ہونے دیا۔ وہ دریا جس کے طول و عرض دیکھ کر انسانی قلوب لرز جاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ اسی انقلابی مصلح کی نگاہ کا ادنی کرشمہ تھا۔

یہ اسی کی نگاہ کا تھا کرشمہ کہ عرب کے بچے
کھیلنے جاتے تھے ایوان گرمی میں شکار

یہ اسی کی نگاہ کا تھا نتیجہ کہ عرب کے راہزن
فاش کرنے لگے جبریل امین کے اسرار

حضرت سلمان فارسی نے اسی وقت تمام لشکر کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

یامعشر المسلمین ان اللہ ذلل لکم البحر کما ذلل لکم البراما وانہ لی نفسی بیدہ لیضیرن ولبیدان

صحابہ کرام کی ہمت کو دیکھ کر دجلہ جیسے سواج دریا راستہ دے دیتے ہیں۔

دشت تو دشت رہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

وہی صحابہ کرام تھے جو اس انقلابی پیغمبر کی صحبت سے فیض یاب ہوئے ہیں۔ یورپ کے کلیسے اور افریقہ کے تپتے ہوئے صحراوں میں نغمہ

اشھدان لا الہ الا اللہ

سے صحراوں اور کلیساؤں کو مانوس کرتے ہیں۔ اور خدا کے ذکر سے جنگلوں اور کلیساؤں کو نشر توحید پر شاہد ثبت کرتے ہیں۔

تھے ہمیں ایک تیرے معرکہ آراؤں میں
خشکیوں میں لڑتے کبھی دریاؤں میں
دیں اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
اور کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں
شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے ہم چھاؤں میں تلواروں کی

حکایت بود بے پایاں بہ خاموشی ادا کردم۔ وما علینا الاالبلاغ

تحدیث نعمت

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے مجھے انتہائی بیماری سے شفاء نصیب فرمائی ہے۔ واذا مرضت فھویشفین (الاآیہ)

میں اپنے معاونین و محسنین معالجین اور خیر خواہوں کا بے حد ممنون و مشکور ہوں۔ نیز غائبانہ دعاؤں کے ذریعے نصرت فرمانے والوں کا بھی شکر گزار ہوں متعلقہ عملہ ہسپتال خصوصاً آپریشن تھیٹر کے ڈاکٹر صاحبان کی فنی مہارت، تجربہ اور جذبات خدمت کا اعتراف کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات و خواتین کو بہترین اجر عظیم سے نوازے اور ان کی دلی مرادیں تمنائیں اپنے خصوصی فضل سے پوری فرمائے۔ (آمین یاالہ العالمین)

فقط دعا جو فقیر عبدالواحد بیگ۔ محلہ سادات ملتان وارد نشتر ہسپتال ۹۳-۱۰-۲

طنز و مزاح

زبان میری ہے بات اُن کی

ساغر اقبالی

- میں ۵۰ سال میں ذاتی گھر بھی نہیں بنا سکا۔ (غلام اسحاق خان)
- ۲۵ لاکھ کی کار لی اور صرف ۱۳ لاکھ کی ڈیوٹی معاف کرائی۔
- ہمارے صوفیوں کی سیاست کی سوئی عورت کی حکمرانی پر اٹکی ہوئی ہے۔ (مولانا فضل الرحمن)

اور آپ کی سیاست کی سوئی اقتدار کی رانی پر اٹکی ہوئی ہے۔

- منصفانہ انتخابات ہی سیاسی بحران کا واحد حل ہیں۔ (بے نظیر)

اب تو "شفاف" انتخابات نے بھی ثابت کر دیا ہے کہ مسائل سلجھنے کی بجائے الجھ گئے ہیں۔

- پاکستان کی سیاست میں دینی قوتوں کا "ہوا" ختم ہو گیا ہے۔ (مبصر بی بی سی)

بتاؤں آپ کو مرنے کے بعد کیا ہو گا
پلاؤ کھائیں گے احباب فاتحہ ہو گا

- پچھلی حکومت نے خزانہ لوٹا، پیپلز پارٹی حساب لے گی۔ (سابق وزیر خزانہ شاہ محمود)

آپ سابق حکومت میں صوبائی وزیر خزانہ تھے "شرم تم کو مگر نہیں آتی"۔

- قرضہ معاف کرانا کوئی جرم نہیں۔ (غلام احمد مانیکا)

غریبوں کے لئے جرم ہے، مال زادوں کے لئے نہیں۔

- سردار احمد علی انتقال کر گئے۔ (ایک خبر)

"سردار آصف سنگھ" زندہ ہیں!

- پنجاب میں تیس دن کے اندر بدمعاشی، رشوت اور سنگین جرائم کا خاتمہ کر دوں گا۔ (مصطفےٰ کھر)

راہ چلتی شریف زادیوں کو پھر اٹھوانا شروع کر دوں گا۔

- میں حضرت خدیجہؓ اور حضرت فاطمہؓ کی ادنیٰ پیروکار ہوں۔ (بے نظیر)

اور اسی کا نام "تقیہ" اور فریب ہے۔

- عہدہ نہیں انسان بڑا ہوتا ہے۔ (وسیم سجاد)

انسان نہیں۔ اللہ بڑا ہے۔

- بے نظیر نے قریبی ساتھیوں اور جماعتوں کو دھوکا دیا۔ (معراج محمد خان)

"سب کچھ لٹا کے ہوش میں آئے تو کیا کیا؟"

O انتخابات منصفانہ ہوتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ میں پیپلز پارٹی کا ساتھ دوں۔ (نوابزادہ نصر اللہ خان)
ہوشیار، خبردار! سیاسی اتحاد کا الارم ہے۔

O تحریک نفاذ فقہ جعفریہ نے مولانا فضل الرحمن کا ساتھ دیا (ایک خبر)
سپاہ صحابہ کے لئے لمحہ فکریہ

O نواز شریف اور بے نظیر مخلوط حکومت اچھی رہے گی۔ (معین قریشی)
مخلوط و اختلاط میں رہنے دو انتشار
ورنہ "جیالے" یار کو ترسیں گے یار لوگ

O قرض دار ہیں نہ لٹیروں کے شراکت دار۔ (مصطفےٰ کھر)
تہمینہ درانی کی کتاب "مینڈا سائیں" کے بعد یہ بیان ---- ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

O سابق وزیراعلیٰ پنجاب غلام حیدر وائیں کو قتل کر دیا گیا (ایک خبر)
جمہوری نظام کا انتخاب سے پہلے تحفہ۔

O نواز شریف کے نزدیک عوام کی حیثیت سکریپ سے زیادہ نہیں۔ (بے نظیر)
بے نظیر کے نزدیک بھی عوام کی حیثیت سگرٹ سے زیادہ نہیں۔

O جتوئی کے ساتھ ان کے بیٹے کو بھی نااہل قرار دے دیا گیا۔ (ایک خبر)
جیہو جیا راے ونڈ- اوہو جیا اگلا بنڈ۔

O اسلم گورداسپوری مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ (ایک خبر)

O اسلم گورداسپوری ۴۸ گھنٹے کے اندر پیپلز پارٹی میں واپس آگئے۔ (دوسری خبر)
دو ہی لمحے گزرے ہیں کسی پہ کٹھن اک تیرے جانے سے پہلے اک تیرے آنے کے بعد

O نواز شریف کچھ عرصہ مزید حکومت میں رہتے تو عوام اشیائے صرف دیکھنے کو ترس جاتے (بے نظیر)
بے نظیر تمام اشیاء مفت مہیا کریں گی۔

O "ہر عورت بے نظیر ہے"۔ (ترجمان پیپلز پارٹی)
بے حیائی کی تصویر ہے۔

O مذہبی جماعتوں کو انتخابات میں عبرتناک شکست (ایک اخباری مبصر)
عبرتناک نہیں "شرمناک" بی بی جمہوریت سے علماء کرام کے متعہ کا منطقی نتیجہ

O مولانا فضل الرحمن حکومت بنانے میں پھر بے نظیر کا ساتھ دیں گے۔ (ایک خبر)
اور جمعیت علماء اسلام کے امیر مولانا عبداللہ درخواستی اور قائم مقام امیر مولانا اجمل خان عورت کی حکمرانی کے خلاف اسمبلی سے باہر جہاد کریں گے۔

O حکومت ہم بنائیں گے (بے نظیر)

O حکومت ہم بنائیں گے۔ (نواز شریف)
دست قاتل میں ہے تلوار خدا خیر کرے

افسانہ

شیخ حبیب الرحمن بٹالوی

شاخِ نہالِ غم

" جس منحوس کی میں شکل دیکھنا گوارا نہیں کرتی تھی۔ اس کا جنازہ بھی میرے گھر سے نہیں اٹھنا چاہیئے۔ اسکی لاش بھی میرے گھر کیلئے تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔"

چچی نے یہ الفاظ اپنی جواں مرگ بھتیجی کی موت پر اپنے خاوند سے کہے اور ٹسوے بہانے لگی۔

آج سے تیس پینتیس برس پہلے کی بات ہے۔ لاہور شہر سے دور مضافات میں ایک غریب سا گھرانہ آباد تھا۔ گھر کا سربراہ ایک معمولی ملازم تھا۔ اس کے تین بچے تھے۔ سب سے بڑی بیٹی فوزیہ بی اے کی طالبہ تھی کہ باپ کا سایہ سر سے جاتا رہا۔ چچا کو ترس آیا۔ اور وہ مزید تعلیم کیلئے فوزیہ کو اپنے ساتھ شہر لے آیا۔ بیوی نے شدید مخالفت کی۔ اس کا جینا حرام کر دیا۔ ہر وقت اسکے پیچھے پڑی رہتی۔

" میں اس کی نوکر ہوں؟ سارا دن اسکے کام کرتی رہوں اور یہ نواب زادی بیکار بیٹھی روٹیاں توڑتی رہے۔۔۔۔۔"

ہوتا یہ آیا ہے کہ امیر لوگ غریبوں کو آگے بڑھتے ہوئے دیکھ نہیں سکتے۔ دولت مند۔ غریب رشتہ دار کا ہمیشہ مذاق اڑاتے آئے ہیں۔ اور یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ کہ سرمایہ دار اپنے غلیظ ذوق نفرت کی تسکین کے لئے غریب کا دل ہمیشہ طعن و تشنیع سے زخمی کرتے چلے آئے ہیں۔

فوزیہ کی چچی کی اپنی اولاد تو نالائق تھی۔ کوئی بھی بارھویں سے آگے نہ جا سکا تھا۔ سب سے بڑی بچی تو دسویں میں ہی فیل ہو گئی تھی۔ وہ فوزیہ کی تعلیم سے جلتی تھی۔ اور ہر وقت حیلے بہانے کوئی نہ کوئی مسئلہ کھڑا کئے رکھتی۔ آخر ایک دن اس نے اپنے میاں سے صاف صاف کہہ دیا۔ کہ "مجھ سے اس لڑکی کا کام نہیں ہوتا۔ میں اسے گھر رکھنے کیلئے ہرگز تیار نہیں ہوں۔ یہ منحوس لڑکی۔۔۔۔۔۔ اسکی نحوست کی وجہ سے میرے گھر میں آئے دن کوئی نہ کوئی مصیبت آئی رہتی ہے۔"

الغرض

بجھا کے رکھ دے یہ کوشش بہت ہوا کی تھی
چراغ میں بھی مگر کچھ روشنی انا کی تھی

میاں نے تنگ آکر فوزیہ کو بالائی منزل کا ایک کمرہ علیحدہ دے دیا اور کھانے وغیرہ کیلئے بھی اس کا بندوبست علیحدہ کر دیا گیا۔

فوزیہ کو پتہ نہیں کتنی دفعہ اسکے باپ کی یاد نے ستایا ہوگا۔ کتنی دفعہ احساس محرومی نے اس کا دل کرچی کرچی کیا ہوگا۔ کہ اگر آج اس کا باپ زندہ ہوتا تو اسے یہ طعنے نہ سننے پڑتے۔

فوزیہ تعلیم میں بہت اچھی تھی۔ دل لگا کر پڑھتی رہی اور آگے بڑھتی رہی۔ یہاں تک کہ ایم اے کا آخری

سال آ گیا۔ وہ یونیورسٹی کی ذہین طالبات میں سے ایک تھی۔ ہر کوئی اس کی عزت کرتا تھا۔ یونیورسٹی آ کر وہ چچی کی جلی کٹی باتیں بھول جانے کی کوشش کرتی۔ مگر کہاں تک! باپ کی موت۔ ماں کی پریشانیاں۔ اپنی بے بسی۔ رات دن کی مسلسل محنت اسے اندر ہی اندر گھن کی طرح چاٹ رہی تھی۔

شومیٔ قسمت! ایک دن فوزیہ کو بیماری نے آ گیا۔ کافی دن وہ یونیورسٹی نہ جا سکی۔ اس کے کلاس فیلو (طلباء و طالبات) اسکی عیادت کیلئے آئے۔ اور اسکے ساتھ اسی کی چچی کا برا سلوک دیکھ کر بہت رنجیدہ ہوئے۔ انہوں نے فوزیہ کے علاج معالجے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ مگر قدرت کے آگے کس کی چلی ہے! ٹی بی نے فوزیہ کو اندر سے کھوکھلا کر کے رکھ دیا تھا۔ اور یہی مہلک بیماری ایک دن اسکے لئے جان لیوا ثابت ہوئی۔ وہ اپنی غم زدہ بیوہ ماں اور چھوٹے بہن بھائی کو روتا دھوتا چھوڑ کر عدم آباد جا بسی:

ابھی جامِ عمر بھرا نہ تھا کفِ دستِ ساقی چھلک پڑا
رہیں دل کی دل میں حسرتیں کہ نشان قضا نے مٹا دیا

فوزیہ کی موت پر اسکی چچی نے آسمان سر پہ اٹھا لیا وہ مسلسل چیخ رہی تھی۔

"جس منحوس کی میں شکل دیکھنا گوارا نہیں کرتی تھی۔ اس کا جنازہ بھی میرے گھر سے نہیں اٹھنا چاہیئے۔ اس کی لاش بھی میرے گھر کے لئے تباہی کا سبب بن سکتی ہے۔"

تیز مرچ اور تیز عورت سے اللہ بچائے۔ فوزیہ کا چچا بے بس تھا۔ آخر فوزیہ کے ساتھی طلباء و طالبات، محلے والوں کے تعاون سے اس کا جنازہ مجبوراً ایک ہمسائے کے گھر اٹھا لائے۔ اسے وہیں نہلایا۔ کفنایا اور وہیں سے اس کا جنازہ اٹھایا۔

فوزیہ کے ساتھی طلباء و طالبات نے اس کی قبر پر جو کتبہ لگایا۔ وہ پڑھنے کے قابل ہے۔

"یہاں ہماری ساتھی فوزیہ محوِ خواب ہے۔
ایک ذہین طالبہ
جو امتحان میں اوّل آئی اور امتحانِ مرگ میں بھی اوّل منتخب ٹھہری۔
ہم نے اپنے ہاتھوں اسے قبر میں اتارا
اور بہت روئے
اس کی ہم نشیں لڑکیوں نے وہ سارے آنسو بہا دیئے جو آنے والے کسی زمانے میں اسکی رخصتی کیلئے رکھے گئے تھے۔

بہر حال
وہ آنسو اسکی رخصتی ہی کے کام آئے"۔

جہانِ نسواں

طیبہ ملک

اپنے دلوں کو ٹٹولیں۔!

قرآن مجید میں ارشاد ہوا کہ

ومن یطع الرسول فقد اطاع اللہ

"اور جس نے رسول کی اطاعت کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی!"

حضور اکرم ﷺ کا طریق زیست ہمارے لئے زندگی کا نصاب ٹھہرایا۔ ان کے طریقے پر چل کر اور انہی کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرکے ہم جنت کے حق دار ہو سکتے ہیں۔ لیکن اسے کیا کہیے کہ ہم میں جنت کے بہت سے امیدوار ایسے بھی ہیں جو خود تو دین پر عمل کرتے ہیں لیکن اپنے گھر والوں کو دین پر عمل کرنے کے بارے میں بہت کم کہتے ہیں۔ نہ معلوم یہ خود غرضی ہے یا خود فریبی؟

یہی دیکھئے کہ آج کے دور میں عورتوں کا بازار جانا بہت معمولی بات ہو گئی ہے۔ کیا مولانا، کیا علامہ، کیا مولوی صاحب اور کیا کالج کے پروفیسر۔۔۔ سب بہوئیں، بہنیں، بیویاں، بیٹیاں بازار جاتی ہیں۔ ایسے گھروں کی خواتین کہ جن کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ یہ دین کو جاننے والے، اس پر عمل کرنے والے اور علم رکھنے والے لوگ ہیں۔ گویا آج کل ہر شخص نے دین کو اپنے آپ تک محدود کر دیا ہے۔ خود نمازیں پڑھ لیں، تہجد پڑھ لیں، تسبیحات پڑھ لیں اور بس! جو بیوی گھر میں کھانا پکا کے دیتی ہے، اس کو یہ نہ پتا ہو کہ نماز کیسے پڑھتے ہیں یا نماز نہ پڑھنے پر کیا سزا ہے تو اس میں کیا حرج ہے؟ کیسی نرالی منطق ہے! کیا مردوں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سوال نہ ہو گا کہ انہوں نے بیوی کو، بیٹی کو، بہن کو، ماں کو نماز پڑھنے کے لئے کیوں نہ کہا؟ بازار جانے سے کیوں نہ روکا؟ جب اللہ تعالیٰ نے نان و نفقہ مرد کے ذمے لگا دیا ہے اور حلال روزی کمانے والے کو اپنا حبیب قرار دیا ہے تو پھر مردوں کی اس غفلت، کمزوری یا سستی کا کیا جواز ہے؟ وہ اپنی خواتین کو ضروریات زندگی بھی مہیا نہیں کرتے بلکہ پیسے تھما دیتے ہیں کہ جتنے چاہو خرچ کرو، جہاں چاہو، چلی جاؤ۔ کتنی غلط بات ہے یہ کیسا مرد ہے جو اپنی بیٹی کو، بہو کو اور بیوی کو دین کے راستے پر بھی نہیں چلا سکتا۔ ان کو بازار جانے سے نہیں روک سکتا۔ ان سے دین کے معاملے میں ناراض نہیں ہو سکتا۔ وہ علماء اور وہ صلحاء جو خود تو بظاہر دین پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں، تبلیغ بھی کرتے ہیں، ان کے گھروں کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہے۔ جب ان کی خواتین بازار جیسی قابل نفرت جگہ جاتی ہیں تو عوام الناس کے دلوں میں یقیناً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی حرکتیں نہ تو قابل اعتراض ہیں اور نہ گناہ! اسی لئے تو کہا گیا ہے کہ:

زلۃ العالم، زلۃ العالم

"عالم کی لغزش، جہاں کی لغزش ہے"

اگر وعظ و نصیحت، تدبیر و یم، دعوت و تعلیم، درس وتدریس، عبادت وریاضت اور توبہ واستغفار کے معانی بدل نہیں گئے تو ہمارے دیندار گھرانوں کے نقشے کیوں بدل گئے ہیں۔ علماء دین تو خود بتاتے ہیں کہ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) نے کتنی محنت اور محبت سے اسلام کو اپنے دلوں اور جسموں پر طاری کیا۔ پھر یہ کہ صحابیات بھی علم وعمل میں صحابہ سے کم نہ تھیں۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے تقریباً آدھا دین ہم تک پہنچایا اور باقی آدھا دین باقی صحابہ کے ذریعے پہنچا۔

ہمیں یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ان نیک لوگوں کی تو باندیاں بھی علم وفضل میں یکتا تھیں۔ لیکن آج یہ کیا ہو رہا ہے کہ لڑکیوں کے لئے دین کی تعلیم کو چنداں اہم نہیں سمجھا جاتا۔ بہت ہوا تو نماز سکھا دی، قرآن پڑھا دیا۔ ہاں: دنیاوی تعلیم جتنی بھی حاصل کریں وہ کم ہے۔ کیونکہ تعلیم نہیں ہوگی تو اچھا رشتہ نہیں آئیگا۔ اور یہ بات وہ لوگ کہتے ہیں جو عورت اور مرد کو گاڑی کے دو پہیے گردانتے ہیں۔ مگر انہیں عورت کی خانگی زندگی کی ضروریات کا کچھ شعور نہیں۔ کھانا، پکانا، سینا پرونا اور جھاڑنا پونچھنا اگر عورت کی کل کائنات نہیں اور یقیناً نہیں تو تربیت، تہذیب اور اصلاح ہی وہ اصل کام ہیں جو ایک عورت بطور ماں، بہن، بیوی اور بیٹی کے سرانجام دے سکتی ہے اور دیتی چلی آ رہی ہے۔ اور مرد کا اصل کام عورت کو زندگی کے اس حقیقی رخ سے آشنا کرنا ہے۔ یہ جو قرآن میں کہا گیا ہے۔

"الرجال قوامون علی النساء"

اس کا مطلب بھی یہی ہے۔ اور اللہ پاک نے مرد اور عورت کے تعلق اور خون کے رشتوں کی غایت انہی الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ

یا ایہاالذین امنوا قوا انفسکم واھلیکم ناراً

''اے ایمان والو، اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ''

کیا عورتوں کی دینی تعلیم، احکام شرعیہ سے ان کی واقفیت، پردے کی پابندی، نماز روزے کی پابندی اور ان کی اخلاقی وروحانی تربیت ہی وہ راستہ نہیں ہے جو ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ سے بچاؤ اور جنت کی راحت کے حصول کا واحد ذریعہ ہے؟ دین کی تعلیم فرمانے والے علماء دین اور دین کی دعوت و تبلیغ فرمانے والے دردمند مسلمان، خدا کے لئے دینی خواتین کو، اپنے گھریلو ماحول کو بھی کچھ وقت روزانہ عطا فرمائیں۔ کہ ہم آج اپنے اردگرد بے شمار چراغوں تلے اندھیرا دیکھتے ہیں۔ دولت، روپیہ پیسہ، وسائل اور آسائشوں کے حصول کی مادی دوڑ میں شریک معاشرہ کی خواتین اگر گھروں کی بجائے بازاروں، سڑکوں، چوراہوں، گلیوں، دکانوں اور دفتروں میں پائی جاتی ہیں تو اس تباہی کے ذمہ دار وہ مرد بھی ہیں جن کی مجرمانہ غفلت نے یہ دن دکھایا ہے۔ آنے والے دنوں اور آنے والی نسلوں کے لئے آج کے مسلمان کو، خصوصاً آج کے اہل علم مسلمان کو کیا چھوڑ کے جانا ہے اور آخرت کی بازپرس سے کیونکر سرخرو ہونا ہے؟ ضروری ہے کہ ان سوالوں پر غور کیا جائے! آج اور ابھی!!

لوگ تھے رفتگاں میں کیا کیا کچھ

مجیب الرحمن۔ لاہور

یہ سردیوں کی ایک یخ بستہ رات تھی۔ آسمان پر کالی کالی گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ اس ٹھٹھرتے موسم میں بیس تیس آدمیوں کا ایک قافلہ اونٹوں پر سامان لادے کسی منزل کی تلاش میں تھا۔ مقامی زبان میں ان لوگوں کو " پھڑشے "کہا جاتا تھا اور رات کو کہیں پڑ کر سو رہتے تھے۔ روٹی سالن مل گیا تو بہتر ورنہ گڑ وغیرہ سے کام چلا کر وقت گذارتے تھے۔۔۔۔۔۔۔ رات کے آٹھ بج چکے تھے۔ لیکن انہیں کوئی ڈیرہ یا منزل نظر نہیں آ رہی تھی۔ اندھیرے کی شدت سے لگتا تھا۔ جیسے رات کالی بلا کی طرح منہ کھولے کھڑی ہو۔ اتنے میں بارش شروع ہو گئی۔ قافلے کے آدمیوں نے مجبوراً نہر کے پاس واقع چند گھروں میں سے ایک گھر کے دروازے پر دستک دی۔ لیکن ان لوگوں نے کسی قسم کے تعاون سے انکار کر دیا۔ اور انہیں مانی خان کی جھوک (بستی) جانے کا مشورہ دیا۔ یہ قافلہ گرتا پڑتا مانی خان کی جھوک پہنچا اور فیض خان کے گھر کے دروازے پر دستک دی۔ اور اپنی حاجت سے آگاہ کیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

فیض خان نے فوراً اپنی بیوی اور بھابھی کو جگایا اور کھانا تیار کرایا انہیں کھانا کھلایا اور رہنے کے لئے جگہ دی۔

آج سے کوئی ڈیڑھ سو سال قبل مانی خان جو ایک سیال قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔ نے جھنگ سے ہجرت کر کے مظفر گڑھ کے شمال میں دریائے چناب کے مغربی کنارے پر ڈیرہ ڈالا۔ فیض خان اسی مانی خان کی اولاد میں سے تھا۔ سخاوت اسکی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی غریبوں سے اس کا رویہ مشفقانہ اور جاگیرداروں سے جارحانہ ہوتا تھا۔ اس علاقے کے جاگیردار انسانوں سے زیادہ کتوں سے محبت کرتے تھے۔ یہ مزارعوں کے خون جگر سے سینچی ہوئی فصلوں کا پھل کھاتے اور پھر چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر انہیں ایسی ایسی سزائیں دیتے کہ انسانیت پامال ہو کے رہ جاتی یہ لوگ غلہ اور اناج کے ذخیرے کر لیتے اور یوں اجناس کے بھاؤ چڑھا کر انسانوں کی قیمت گراتے۔ بعض دفعہ تو ان جاگیرداروں کا جبر یہاں تک بڑھ جاتا کہ یہ مجبور و بے کس لوگ جسموں کی تجارت پر مجبور ہو جاتے۔ کنواری بیٹیوں کو پیٹ پالنے کا ذریعہ بناتے۔ اور یوں جینے کی خواہش اور زندگی کی تمنا کے ہاتھوں اپنی ہلاکت کا سامان کرتے۔ ہائے بیچارے کسان! یہ کہانی تب بھی تھی اور اب بھی ہے۔ کل بھی تھی اور آج بھی ہے۔ لیکن فیض خان نجانے کس مٹی کا بنا ہوا تھا۔ کہ اسے موچی، کمہار، اور جلاہے قسم کے کمی کمین لوگ بھی پیارے لگتے۔ وہ انہیں اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتا۔ کوئی بے گھر شخص کسی جاگیردار کا ستایا ہوا آتا۔ تو اسے فوراً زمین دے دیتا۔ اور بڑے زور سے کہتا کہ یہ زمین خدا کی ہے اور سب کی سانجھی ہوتی ہے۔۔۔۔۔۔ بہت لوگ ہوتے ہیں جن کے پاس ہزاروں بیگھہ زمین ہوتی ہے اور ہاتھ میں تسبیح اور بہانگ دہل اعلان کر رہے ہوتے ہیں۔ کہ صاحب! اس دنیا کی کیا حیثیت ہے۔ یہ دنیا تو چار روزہ ہے۔ یہ سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دینا چاہئے۔ لیکن اس فانی دنیا میں سے یہ صاحب مزارع اس کا حق نہیں دے سکتے۔ اس فانی دنیا میں سے زمین اپنی بیٹی اور بہن کے نام نہیں کر سکتے اس فانی دنیا میں سے زکوٰۃ نہیں دے سکتے اور اس فانی دنیا کو اپنے سینے سے لگائے ہوئے رخصت ہو جاتے ہیں۔ بہت سے پیر، پنڈت

اور ملا بھی ایسے ہیں۔ جو لوگوں کو ترک دنیا کے وعظ سناتے ہیں اور خود مال و زر کے ذخیرے جمع کرتے ہیں۔ بات بہت دور چلی گئی۔ لیکن کیا کیجئے کہ " بنتی نہیں بادہ و ساغر کہے بغیر"

فیض خان اس علاقے میں روشنی کا ایک مینار تھا۔ جو ظلمت کدوں میں لوگوں کو روشنی دکھاتا ہے۔ اسکے ڈیرے پر تیس تیس مہمان تو معمول کی بات تھی۔ لیکن اگر کبھی یہ تعداد ساٹھ تک بھی پہنچ جاتی تو بھی اسکے ماتھے پر بل نہ آتا۔ نہ جانے اس نے یہ سبق کون سے مکتب اور کون سی یونیورسٹی سے پڑھا تھا۔ کہ ہر انسان اپنا ہی رزق کھاتا ہے۔ کھلانے والا تو محض ایک ذریعہ ہے۔

یہ فیضان نظر تھا۔ یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

آج جبکہ دنیا(GIVÈ AND TAKE) لو اور دو کے اصول پر عمل کر رہی ہے۔ اس سبق کو دہرانے اور رٹانے کی ضرورت ہے۔ آج کوئی چیز دی اسلئے جاتی ہے کہ دوسرے سے دوگنی وصول ہوسکے۔ رشتہ دار اگر غریب ہے تو کھانا کھاؤ گے؟ اور امیر ہے تو کھانا حاضر کر دیا جاتا ہے۔
پوچھنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی جاتی۔ بیچارے غریب کو بھی خواہی نخواہی کہنا ہی پڑتا ہے کہ نہیں صاحب میں تو کھا کے آیا ہوں۔

کچھ اس ادا سے یار نے پوچھا مرا مزاج
کہنا پڑا کہ شکر ہے پروردگار کا

فیض خان آج اس دنیا میں نہیں ہے لیکن لوگ اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اسے یاد کرتے ہیں۔ غریبوں کے سامنے اس کا نام لو تو رو دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔

"لکھ مرے۔ لکھ پال نہ مرے"
(لاکھوں مر جائیں! لیکن وہ شخص جو لاکھوں کا کفیل ہے وہ نہ مرے)

فیض خان زندہ ہے لوگوں کے دلوں میں۔ اس نے عمر بھر انسانوں سے محبت کی۔ انسانوں سے پیار کیا اور کچھ بعید نہیں کہ اسی سے اس کی بخشش ہو گئی ہو۔

داورِ محشر مجھے تیری قسم!
عمر بھر میں نے عبادت کی ہے

تو میرا نامۂ اعمال تو دیکھ
میں نے انساں سے محبت کی ہے

مانی خان کی جھوک کے ساتھ ایک اور تاریخی بستی ہے جسے ٹھٹھہ سیال کہا جاتا ہے یہاں بھی سیال قبیلے آباد ہیں جھنگ سے آنے والے تمام سیال قبیلے سنی العقیدہ تھے۔ لیکن وقت کے ساتھ ساتھ شیعہ ہونے لگے۔ شاید یہاں کے سارے قبیلے شیعہ ہو جاتے۔ لیکن ایک خاتون نے اپنا تن من دھن لگا کر اس طوفان کا مقابلہ کیا۔ ان کا نام سردار

خاتون تھا۔ ان کی تقریباً پانچ سو بیگھہ زمین تھی۔ عین جوانی میں بیوہ ہوگئی تھیں۔ چنانچہ باقی زندگی خدمت دین کے لئے وقف کردی۔

غم جوانی کو جگا دیتا ہے لطف خواب سے
ساز یہ بیدار ہوتا ہے، اسی مضراب سے

سردار خاتون پورے علاقہ میں مائی صاحب کے نام سے مشہور تھیں۔ خاوند کی وفات کے بعد انہوں نے ایک مسجد اور مدرسہ بنوایا۔ اس مدرسہ کو بنے ہوئے قریباً اسی (۸۰) سال ہوگئے ہیں۔ سب سے پہلے مدرس حضرت مولانا عزیز اللہ تھے۔ یہ علاقہ نادر پور کے رہنے والے تھے۔ اور نہایت عبادت گذار، ملنسار، تہجد گذار اور شفیق انسان تھے۔ دوسرے علمائے جو یہاں پڑھاتے رہے۔ ان میں مولانا غلام محمد صاحب، مولانا عبدالعزیز صاحب، اور مولانا خدا بخش صاحب شامل تھے۔ آخرالذکر بعد میں مکہ مکرمہ ہجرت کر گئے تھے اور وہیں مدفون ہیں۔

یہاں سے بلامبالغہ بیسیوں علماء نے فیض حاصل کیا، اور جامپور، ڈیرہ غازی خان، جتوئی، علی پور، شہر سلطان اور رحیم یار خان کے علاقوں میں دین کی تعلیم، ترویج کے لئے کام کیا۔ میرے والد گرامی مولانا عبدالرحمٰن رحمتہ اللہ علیہ سابق خطیب کوٹلہ رحم علی شاہ (یہ وہ تاریخی بستی ہے۔ جہاں مولانا عبیداللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ تبلیغ اور علم حاصل کرتے رہے۔ اس کا ذکر انہوں نے اپنی ذاتی ڈائری میں بھی کیا ہے) بھی ابتداء میں یہیں سے فیض حاصل کرتے رہے۔ شاید مولانا عزیز اللہ صاحب اور مائی صاحب کی تربیت کا اثر تھا۔ کہ انہوں نے کبھی تہجد، اشراق، چاشت اور اوّابین قضاء نہ کی۔ صرف مرض الموت میں ان کا ناغہ ہوا اور نہ اس معمول میں کبھی فرق نہیں آیا تھا۔ پندرہ پارے یومیہ پڑھنا ان کا معمول رہا۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے خصوصی تعلق رہا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ انہوں نے کبھی اپنے آپ کو "خادم امیر شریعت" اور "رفیق امیر شریعت" نہ کہا۔ آج کل ایسے بیسیوں "خادم خاص امیر شریعت" پیدا ہو چکے ہیں جن کا کوئی ایک عمل بھی امیر شریعت جیسا نہیں، لیکن یہ لوگ ان لاحقوں اور سابقوں سے اپنا کاروبار چمکاتے ہیں زر اور زمین کے پیروں میں پڑتے ہیں۔ ساری زندگی ریل اور جیل میں گذارنے والے کا نام لیکر لاکھوں روپے کی گاڑیوں میں سفر کرتے ہیں۔ لکڑ، پتھر اور "گکڑ" ہضم کرجاتے ہیں اور پھر ڈکار مار کر بھاری بھرکم آواز میں "الحمدللہ" سے اپنی تقریروں کا آغاز کرتے ہیں۔

سادہ لوح عوام کو ورغلاتے ہیں۔ اور یوں دنیا و آخرت دونوں کی "بھلائی" کے حقدار بنتے ہیں-----

وذلک ھو الفوزالمبین!!

خیر! کبھی وقت ملا تو دل کے پھپھولوں کو پھوڑ کر یہ بتائیں گے کہ اپنے ہی گھر کو آگ لگانے میں گھر کے چراغوں کا کتنا دخل ہے۔

"مائی صاحبہ" کی ایک اہم صفت یہ تھی کہ وہ مدرسہ کے تیس چالیس طلباء کا کھانا خود پکایا کرتی تھیں رات کو تہجد کے وقت اٹھتیں پانی گرم کرتیں تاکہ طلباء گرم پانی سے وضو کرسکیں طلباء کے لئے تین چار قسم کے کھانے پکتے۔ "مائی صاحبہ" ہر طالب علم کے پاس جاتیں اور اس سے پوچھتیں کہ بیٹا کسی چیز کی کوئی کمی تو نہیں رہ گئی؟ یوں اپنے حسن سلوک سے ماں باپ کی کمی محسوس نہ ہونے دیتیں اور طلباء یوں محسوس کرتے جیسے اپنے گھر میں ہوں۔

آجکل کے مہتمم حضرات کو حضرت مائی صاحبہ کا یہ کردار اپنانے کی ضرورت ہے۔ جو چندہ دینے والے امراً سے تو بڑی گرمجوشی سے معانقہ کرتے ہیں۔ چہرے پر ہنسی کے فوارے چھوٹ رہے ہوتے ہیں، چاہے اگلا سمگلر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن غریب طلباء کے لئے چار انگلیاں (یہاں انگوٹھا بھی بند کرلیا جاتا ہے) جن کی تقریبات میں امراء تو محفل کی زینت بنے ہوتے ہیں۔ لیکن غریب طلباء کے لئے علیحدہ کھانا بھیج دیا جاتا ہے۔

"مائی صاحبہ" کو فوت ہوئے ۳۵ برس ہونے کو آئے۔ لیکن علاقہ میں ان کا نام آج بھی زندہ ہے۔ پچھلی سردیوں میں، میں ٹھٹھہ سیال گیا تو میں مائی صاحبہ کے پوتے (حقیقی نہیں) جو تقریباً ۷۵ برس کے ہو چکے ہیں سے ملنا چاہتا تھا۔ پتہ چلا کہ حافظ صاحب چناب کے پار کسی کام سے گئے ہوئے ہیں، میں بستی میں انتظار کرنے کی بجائے وہیں چلا گیا۔ حافظ صاحب نے دیسی انڈوں اور چائے سے خاطر مدارات کی کہ

مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا

میں ان سے "مائی صاحبہ" اور مدرسہ کے متعلق کچھ معلومات لینا چاہتا تھا۔ ان کی یادداشت نے بہت کم ان کا ساتھ دیا۔ پرانے ساتھیوں اور بھولی بسری یادوں کو تازہ کرتے ہوئے آنکھیں ڈبڈبا گئیں، اور آواز نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

دل فسردہ میں پھر دھڑکنوں کا شور اٹھا
یہ بیٹھے بیٹھے مجھے کن دنوں کی یاد آئی

کھلی جو آنکھ تو کچھ اور ہی سماں دیکھا
وہ لوگ تھے . نہ وہ جلسے نہ شہر رعنائی

"مولانا احتشام الحق تھانوی کی آپ بیتی

مولانا احتشام الحق تھانوی کی یہ آپ بیتی ۱۹۶۹ء، ۱۹۷۰ء کی تحریک جمہوریت پاکستان کے زمانے کی آپ بیتی اور اسلام پسندوں کے قافلہ۔ اتحادِ اسلامی کے انتشار اور اس کے پس منظر کی چشم دید بیانیہ ہے جسے مولانا تھانوی کی زبانی ڈاکٹر ابو سلمان شاہجہان پوری نے مرتب کیا ہے۔ مولانا تھانوی مرحوم نے اس کا نام "اسلام پسندوں کے انتشار میں جماعت اسلامی کا حصہ" رکھا تھا، لیکن مرتب نے اسے "مولانا احتشام الحق تھانوی کی آپ بیتی --- تحریک جمہوریت پاکستان کا ایک باب" کے نام سے موسوم کیا ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ "چند ضمیمہ جات" پر مشتمل ہے جسے شاہد حسین خان نے مرتب کیا ہے۔ اس میں تحریک پاکستان کے زمانے سے لے کر بعد تک جماعت اسلامی کے سیاسی افکار کو مرتب کر دیا گیا ہے اور جماعت اسلامی کے سیاسی و مذہبی افکار و عقائد اور کردار کے ان پہلوؤں کو خاص طور پر نمایاں کیا ہے، جن کی طرف مولانا تھانوی نے اپنی آپ بیتی میں اشارہ کیا تھا۔ یہ کتاب مولانا احتشام الحق تھانوی اکادمی کراچی نے شائع کی ہے۔

حافظ ارشاد احمد دیوبندی "ظاہر پیر"

تاریخ کو نہ جھٹلائیے!

تحریک پاکستان اور علمائے دیوبند!

حدیث عشق چہ داند کسے کہ در ہمہ عمر
بسر نکوفتہ باشد در سرائے را

"گوئیبلز" نے کہا تھا کہ جھوٹ بولنے میں اسقدر کثرت سے تکرار کیا جائے کہ سامع کو اس سیاہ و سفید جھوٹ کے سچ ہوجانے کا کامل یقین ہوجائے۔ اگر یہ کلیہ واقعی درست ہے تو ملک کے نامور اخبار "نوائے وقت" کو ہزار ہزار مبارک ہو کہ مذکورہ اخبار نے اپنی پوری تاریخ میں اس خالص نظریہ تکذیب کی ہمیشہ بھرپور خدمات عالیہ کے فرائض انجام دینے میں کوئی کوتاہی، سستی، غفلت اور بخل سے ہرگز کام نہیں لیا نوائے وقت کے مستقل غیر جانبدار اہل علم قارئین کرام بخوبی جانتے ہیں کہ قیام پاکستان سے لیکر تاہنوز اس ۴۶ برس کے طویل عرصہ میں روزنامہ نوائے وقت نے علمائے دیوبند کثر ھم اللہ تعالیٰ سوادھم کے خلاف خود تراشیدہ جھوٹے الزامات اور دل و دماغ کو ہلا دینے والے عظیم بہتانات اپنے اس موقر اخبار میں مسلسل اور کئی خصوصی ایڈیشنوں میں وقفے وقفے سے چھاپ کر اپنے دل کی بھڑاس اپنی علماء دشمنی حسد بغض کینہ اور عداوت کا خوب خوب مظاہرہ کر دکھایا ہے۔ مگر وائے افسوس کہ اتنا طویل عرصہ گذر جانے کے باوجود بھی اس منتقم مزاج صحافت کی یہ ظالمانہ انتقامی کارروائی جاری ہے اور ہوسکتا ہے کہ اس گرم مزاج صحافت کے دل میں جو آگ سلگ رہی ہے وہ شاید صدیوں تک بھی ٹھنڈی نہ ہوسکے!

جبکہ علمائے حق متعدد بار "نوائے وقتی" صحافیوں کے ان جھوٹے الزامات کے بین واضح اور ٹھوس دلائل سے مکمل جوابات رسائل و اخبارات اور پبلک اجتماعات میں پیش کر چکے ہیں مگر بزعم خویش اس دیانتدار صحافی کی تسلی نہیں ہوسکی اب نوائے وقت ۱۹ ستمبر ۱۹۹۳ء کے ادارتی صفحہ قسط نمبر ۲ پر کوئی بریگیڈیئر ریٹائرڈ شمس الحق قاضی صاحب پھر تاریخ کا منہ چڑاتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

> تاریخی طور پر تقسیم سے قبل برصغیر میں علماء کی واحد بڑی جماعت دیوبند والی جمعیت علمائے ہند تھی جس نے ڈٹ کر قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی لیکن جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے قائداعظم نے پاکستان مخالف لیڈروں کو نظر انداز کرکے مسلمان عوام سے براہ راست رابطہ قائم کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انتخابات میں سو فیصد فتح حاصل کی بہرحال پاکستان قائم ہوجانے کے بعد یہاں پاکستان میں علیحدہ علماء کی جمعیت بنائی گئی جو جلد ہی لاتعداد پارٹیوں اور گروپوں میں تقسیم ہوتی چلی گئی۔ مثلاً علمائے اسلام۔ علمائے پاکستان سیالوی گروپ۔ درخواستی گروپ۔ ہزاروی گروپ اور اب فضل الرحمن گروپ اور سمیع الحق گروپ وغیرہ وغیرہ۔
>
> اس مضمون کا خاتمہ بایں الفاظ ہورہا ہے (ایک عالم دین کو مخاطب کرکے) آپکو تو یہاں پاکستان

میں صوبہ سرحد کی حکومت بھی ملی تھی تو آپکے چیف منسٹر مفتی محمود صاحب نے کہاں تک شریعت نافذ کی تھی مولانا صاحب کے پاس ان باتوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔

گذارش ہے کہ آپکی پالیسی ہمیشہ یہی رہے کہ میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کڑوا کڑوا تھو تھو۔ اسلامی نظام کا نفاذ تو شاید آپکی سعادت میں نوشتہ تقدیر ہی نہیں اسلئے اب آپ سے یہ گلہ اور شکوہ ہی نہیں رہا ہمیں تو یقین ہو گیا ہے کہ اسلام کا نفاذ انتخاب سے نہیں انقلاب سے عمل میں آسکتا ہے خدمت اسلام کے علاوہ ملک کے تحفظ میں بھی آپکے سنہری تاریخی کارنامے روز روشن کی طرح واضح اور عیاں ہیں کہ مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان کی تقسیم میں اس وقت انگریز سرکار کی چال کیا تھی؟ اور بعض علماء حق کی مخالفت کا سبب کیا تھا؟ سقوط ڈھاکہ کے بعد تقسیم ملک کی غلطی کا سب کو احساس ہوا ہے۔ کاش تقسیم ملک میں علمائے حق کی رائے عالیہ کو تسلیم کر لیا جاتا۔ تحریک آزادی میں آپ بھی شاید علمائے حق کی قربانیوں سے انکار نہیں کریں گے۔ باقی رہی تحریک پاکستان کی علماء مخالفت تو یہ بھی حقیقتاً ایک سفید جھوٹ ہے علمائے دیو بند نے تحریک پاکستان کی مخالفت قطعاً نہیں کی ہاں تقسیم پاکستان کی مخالفت بعض علماء نے ضرور کی ہے اور آج واقعات اور حقائق نے تقسیم پاکستان کے ان بعض مخالف علماء کی تصدیق کر دی ہے۔ مثلاً حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری نور اللہ مرقدہ نے ۲۶ اپریل ۱۹۴۶ء کو اردو پارک دہلی میں ایک بہت بڑے جلسہ عام میں جس میں سامعین کی تعداد پانچ لاکھ نفوس سے بھی زیادہ تھی خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

پاکستان کیا ہوگا؟

مجھے پاکستان بن جانے کا اتنا ہی یقین ہے جتنا اس بات پر کہ صبح کو سورج مشرق ہی سے طلوع ہوگا لیکن یہ پاکستان وہ پاکستان نہیں ہوگا جو دس کروڑ مسلمانوں کے ذہنوں میں موجود ہے اور جس کے لئے بڑے خلوص سے آپ کوشاں ہیں۔ ان مخلص نوجوانوں کو کیا معلوم کہ کل انکے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ بات جھگڑے کی نہیں بات سمجھنے اور سمجھانے کی ہے۔ سمجھا دو مان لوں گا لیکن تحریک پاکستان کی قیادت کرنے والوں کے قول و فعل میں بلا کا تضاد ہے۔ اگر آج مجھے کوئی اس بات کا یقین دلادے کہ کل ہندوستان کے کسی قصبہ کی گلی میں کسی شہر کے کسی کوچہ میں حکومت الہیہ کا قیام اور شریعت اسلامیہ کا نفاذ ہونے والا ہے تو رب کعبہ کی قسم میں آج ہی اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہوں لیکن یہ بات میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ جو لوگ اپنے آپ پر اسلامی قوانین کو نافذ نہیں کرسکتے دس کروڑ افراد کے وطن میں (اس وقت کی آبادی مراد ہے) کس طرح اسلامی قوانین نافذ کرسکتے ہیں یہ ایک فریب ہے اور میں فریب کھانے کے لئے ہر گز تیار نہیں، پھر آپ نے اپنی کلہاڑی کو دونوں ہاتھوں پر اٹھایا اور اٹھا کر تقسیم ملک کے بعد مشرقی اور مغربی پاکستان کا نقشہ سمجھانا شروع کر دیا آپ نے کہا ادھر مشرقی پاکستان ہوگا اور ادھر مغربی پاکستان ہوگا درمیان میں ہندو کی چالیس کروڑ آبادی ہوگی اور وہ حکومت لالوں کی حکومت ہوگی۔

ہندو ذہنیت شاہ جی کی نظر میں

کون لالے؟ لالے دولت والے۔ لالے ہاتھیوں والے۔ لالے عیار لالے۔ مکار لالے ہندو اپنی مکاری اور

عیاری سے پاکستان کو ہمیشہ تنگ کرتا رہے گا پاکستان کو کمزور کرنے کی ہر ممکن کوشش کریگا اس مخصوص تقسیم کی بدولت آپ کا پانی روک دیا جائیگا آپکی معیشت تباہ کرنے کی کوشش کی جائیگی اور آپکی حالت اس وقت یہ ہوگی کہ بوقت ضرورت مشرقی پاکستان مغربی پاکستان کی اور مغربی پاکستان مشرقی پاکستان کی کوئی سی مدد کرنے سے قاصر ہوگا۔ اندرونی طور پر پاکستان میں (اس تقسیم کے طفیل) چند خاندانوں کی حکومت ہوگی اور یہ خاندان زمینداروں، صنعت کاروں اور سرمایہ داروں کے خاندان ہوں گے۔ انگریز کے پروردہ فرنگی سامراج کے خود کاشتہ پودے سروں نوابوں اور جاگیرداروں کے خاندان ہوں گے جو اپنی من مانی کارروائی سے ہر محب وطن اور غریب عوام کو پریشان کرکے رکھدیں گے غریب کی زندگی اجیرن ہوجائیگی انکی لوٹ کھسوٹ سے پاکستان کے کسان اور مزدور نان شبینہ کو ترس جائیں گے امیر روز بروز امیر تر اور غریب روز بروز غریب تر ہوتا چلا جائیگا۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ حضرت امیر شریعت علیہ الرحمتہ نے خلوص قلب اور نور ایمان کی فراست سے اس تقسیم پر تقسیم سے قبل جو تبصرۂ بلیغ فرمایا ہے کیا آج تقریباً نصف صدی گذر جانے کے بعد حالات و واقعات نے اس کی تصدیق نہیں کردی؟

اسکے علاوہ آج بقیہ پاکستان کی کیا حالت ہے؟ قائداعظم کے کھوٹے سکے خواہ مسلم لیگ ہو یا پیپلز پارٹی اس لئے کہ (پی پی) بھی مسلم لیگ کا ضمیمہ ہے) کیا گل کھلا رہے ہیں ملک میں لوٹ کھسوٹ کرکے کروڑ ہا روپے کس نے ہضم کرکے ملک کو دیوالیہ کردیا ہے علماء دیوبند نے؟ یا ان کھوٹے سکوں نے؟

خدارا اب اس واضح ناکامی کے بعد علماء کی فراست مومنانہ کو تسلیم کرتے ہوئے اعزازی طور پر چھیالیس برس کی ناکام حکومت سے دستبردار ہوکر علماء حق کو کم از کم چھیالیس مہینوں کے لئے حکومت کرنے دیجئے پھر دیکھئے کہ اسلامی نظام نافذ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ قیام امن غربت کا خاتمہ اصلاح معاشرہ استحکام وطن سپر طاقتوں سے نجات یہ قتل و غارت گری کا گرم بازار وغیرہ کی متعدد لاینحل مسائل اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم سے حل ہوجائیں گے۔

آپ کا یہ مخصوص الزام اب خود آپکے منصف مزاج ہم مزاق ساتھیوں نے بھی ٹھکرادیا ہے کہ علماء قیام پاکستان یا تحریک پاکستان کے مخالف تھے اسلئے کہ تحریک اور قیام پاکستان میں علمائے دیوبند کا شاندار کردار سنہری حروف سے لکھا جائیگا شاید یہ بدیہی واقعہ آپکی جانبدار نظروں سے غائب رہا ہے کہ قائد پاکستان نے تسلیم کرتے ہوئے فرمایا کہ تحریک پاکستان میں ہندوستان کے ایک ایسے جید عالم دین کا تعاون ہمیں حاصل ہے کہ اس کا علم و تقویٰ تمام علماء سے زیادہ ہے اور کون نہیں جانتا کہ یہ عالم دین مجدد ملت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ ہی تھے آپ کے علاوہ علمائے دیوبند میں سے شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی جو قائد پاکستان کے دایاں بازو تھے اور آپ نے ہی مغربی پاکستان میں سب سے پہلے پاکستان کا پرچم لہرایا اور بانی پاکستان کی وصیت کے مطابق اس دیوبندی عالم دین نے آپ کا جنازہ پڑھایا دیوبند کے ایک اور نامور محقق عالم دین حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی علیہ الرحمتہ نے مشرقی پاکستان میں پاکستان کا پرچم پہلی بار قائد پاکستان کی اپیل پر لہرایا۔ فرمائیے مولانا احتشام الحق تھانوی کون تھے؟ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری اور یہ درجنوں علمائے دیوبند جو مسلم لیگ کی تقویت کا باعث بنے

آج انکی ان شاندار اور بے لوث قربانیوں کا کس لئے انکار کیا جارہا ہے؟ حالانکہ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ان علمائے دیو بند نے تحریک اور قیام پاکستان کے لئے بڑھ چڑھ کر بڑی سر گرمی سے حصہ لیا اور قائد پاکستان کو ان کا قلبی و عملی تعاون حاصل رہا انگریز کا بستر بوریا بھی ان علمائے دیو بند نے ہی گول کرایا ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی بھی الحمد للہ علمائے دیو بند نے ہی لڑی مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی شیخ الہند مولانا محمود حسن اور ان کے سینکڑوں شاگردوں نے آزادی کے لئے اپنی زندگیاں وقف رکھیں یہ علماء درختوں سے باندھ کر لٹکائے گئے بھٹیوں میں جلائے گئے پھانسی چڑھائے گئے ایک ایک یوم میں پانچ پانچ سو علمائے حق کو گولیاں مار کر سر تن سے جدا کردیئے گئے آہ صد آہ! جن علمائے حق نے اس قدر سخت تکالیف برداشت کرکے انگریز کو نکلنے پر مجبور کردیا وہ پاکستان کے مخالف ہیں اور یہ بے نام و نشان جنٹل مین پاکستان کے ہیرو ہیں آہ!

خرد کا نام جنوں رکھدیا اور جنوں کا نام خرد
جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

پاکستان کا قیام نفاذ اسلام کے نعرہ پر ہوا تھا

پاکستان کے قیام کے لئے بڑی بھاری قربانی دینی پڑی تھی ایک مصدقہ روایت کے مطابق تیس لاکھ کے قریب قریب مسلمان مردوں اور عورتوں کا خون بہایا گیا ہزاروں کی تعداد میں نوجوان عورتوں کی عصمت دری ہوئی لاریب ہزاروں معصوم بچوں کو اپنے والدین کے سامنے ذبح کردیا گیا بہنوں کے سامنے بھائی اور بھائیوں کے سامنے بہنوں کو بے رحمی سے ٹکڑے ٹکڑے کردیا گیا بلکہ یہ بھی حقائق ہیں کہ بعض والدین نے ہندوؤں اور سکھوں کی درندگی سے بچانے کے لئے اپنی بچیوں کو خود قتل کرڈالا اور بعض حساس بیبیوں نے خود بھی خودکشی کرکے اپنی ناموس کا تحفظ کیا ہندوؤں نے دکانیں لوٹ لیں مسلمان گھروں کو نذر آتش کردیا گیا جائیدادیں غارت ہوئیں ہر قسم کے مظالم جبر و استبداد کی انتہاء کردی گئی آہ! آج بھی ہماری مسلمان بہو بیٹیاں عمر کی آخری حدود میں ہندوؤں اور سکھوں کے نجس اور پلید گھروں میں جکڑی ہوئی ہیں! المختصر قیام پاکستان صرف وڈیروں اور امراء کی عیاشی کے لئے نہیں تھا بلکہ پاکستان کے حصول کا مقصد نظام اسلام کا قیام اور نفاذ تھا کیا آپ اس مقصد میں کامیاب ہوگئے ہیں؟ یا پاکستان کا ایک بڑا حصہ غلط تقسیم کے باعث کھو کر صرف شور مچا رہے ہیں کہ علماء نے قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی بالفرض اگر آپکی اس تکذیب کی تصدیق بھی کرلی جائے تو کیا قیام پاکستان سے لیکر تاہنوز حکومت پر قبضہ آپ کا رہا ہے یا علماء کا؟

شاید آپ کو یہ تاریخی داستان بھی معلوم ہوگی کہ مجلس احرار اسلام نے بانئ پاکستان محمد علی جناح صاحب کو قائد مسلم لیگ کی حیثیت سے یہ مخلصانہ دعوت دی کہ تقسیم اور آزادی ملک کے لئے مشترکہ جدوجہد کی جائے جسے تسلیم کرلیا گیا اور اصول و ضوابط کی تیاری کے لئے بھی ایک کمیٹی قائم کردی گئی مگر جب مقررہ وقت پر احرار رہنما مسلم لیگ کے متعین ہال میں پہنچے تو یہ کہہ کر کہ ٹائم ختم ہوگیا ہے اس شاندار مشترکہ عظیم الشان کوشش کو سبوتاژ کردیا گیا حالانکہ یہ صرف ایک بہانہ تھا جب جناح صاحب سے اس مذموم فعل کی شکایت کی گئی تو جناح صاحب نے فرمایا کہ مجھے اگرچہ اپنے ساتھیوں کے اس فراڈ سے دلی صدمہ پہنچا ہے مگر میں تو ان کھوٹے سکوں کے ساتھ چلنے پر مجبور

ہوں، فرمائیے اب جناب بریگیڈیئر قاسمی صاحب! کہ تحریک پاکستان میں عملی اور مشترکہ کام کرنے میں کس کا قصور ہے؟

اور اب قیام پاکستان کے بعد بھی خدا گواہ ہے کہ علمائے حق نے مسلم لیگ وغیرہ کے ساتھ بھرپور عملی تعاون کیا ہے مگر کھوٹا سکہ اب تک کھوٹا ہی چلا آرہا ہے اور چل رہا ہے۔

اسلامی جمہوری اتحاد میں علماء نے جناب نواز شریف کا مکمل ساتھ دیا مگر انہوں نے نفاذ اسلام کی ساری کوششوں کو تباہ و برباد کیا۔ نتیجہ آپکے سامنے ہے باقی آپکی یہ شکایت کہ علماء کئی گروہوں میں تقسیم ہوگئے ہیں تو اس شکایت کا جواب بھی عملی طور پر خود آپکو مسلم لیگیوں کے گروہوں سے مل سکتا ہے مگر آپکے دل میں علماء دشمنی کی آگ کی حرارت اس قدر تیز ہے کہ سب حقائق کو جلا کر راکھ کا ڈھیر بنا دیا ہے اور اسلام کا نعرہ صرف انتخابی کامیابی کے لئے استعمال ہو رہا ہے ہم اپنی بداعمالیوں سے ایسے خطرناک موڑ پر پہنچ چکے ہیں کہ اب بھی عملاً اسلام کو نافذ نہ کیا گیا تو۔۔۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے پاکستان والو
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

عظمتِ صحابہؓ

ایک مرتبہ ایک مجلس میں چند لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان میں ایک شخص حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ کی شان میں ناشائستہ کلمات کہہ رہا تھا کہ انہوں نے آپس میں لڑائی کی یہ ایسے ہیں ویسے ہیں۔ اسکی خبر حضرت سعدؓ کو ہو گئی مجلس میں پہنچ کر فرمایا بھائی ان کو برا مت کہو یہ لوگ اچھے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔ مگر کہنے والا باز نہ آیا۔ حضرت نے پھر منع فرمایا مگر وہ نہ مانا تو حضرت سعدؓ نے فرمایا! اچھی بات ہے میں دعا کرتا ہوں۔ اور ہاتھ اٹھا کر دعا کی، یا اللہ! تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے اگر یہ بشارت واقعی اور صحیح ہے تو یہ لوگ تیرے مقبول و محبوب بندے ہیں جو شخص انکو برا کہہ رہا ہے اس پر ایسا عذاب مسلط فرما کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو جائے ابھی منہ پر ہاتھ بھی نہ پھیر سکے تھے کہ سامنے سے اونٹوں کی قطار میں سے ایک اونٹ بگڑا، مجلس میں پہنچا ادھر ادھر دیکھ کر برا کہنے والے کی کھوپڑی چبا کر کام تمام کر دیا۔ (مواعظ فقیہ الامت) مفتی محمود الحسن گنگوہی مدظلہ)

حمد

اے خدا و الٰہِ رعنائی
تیری وحدت جہانِ زیبائی
تو اکیلا ہے ظاہر و باطن
فرد و مجد و عُلیٰ ہے تنہائی
تو کسی میں نہ کوئی تجھ میں ہے
تیری قوت سے عالم آرائی
نقشِ فانی سے نقشِ باقی تک
اک شہادت ہے نقش آرائی
کُن سے وحدت کا جلوہ کثرت ہے
گار رہی ہے یہ کن کی شہنائی
مازاغ البَصَرُ سبحان اللہ
میں بھی دیکھوں جو پاؤں بینائی
دیکھ اَنفُس میں قبر کے، شاعر
قربِ قدسی ہے وجہ گویائی
پارہ پارہ ہے جُبّہ و دستار
ریزہ ریزہ ہے قہر آسائی
دھجی دھجی حجاب دل کی اُڑے
قلب و وجداں میں گر ہو جویائی
تھکنا رکنا یا آبلے گننا
نارسائی ہے اور رسوائی
نبی کے در سے، مجھے جو نسبت ہے
عین حکمت ہے عین دانائی

سید عطا المحسن بخاری

نظم

ساری دنیا میں جھوٹ پھیلا کر
سچ سنانے کی بات کرتے ہو
شرم و صدق و خلوص اور غیرت؟
کس زمانے کی بات کرتے ہو
ایسے بے رنگ گدلے موسم میں
رنگ جمانے کی بات کرتے ہو
اب تقاضا ہے بھاگ جانے کا
تم نہ جانے کی بات کرتے ہو
جو جل بجھے ہیں اُنہی غریبوں کو
پھر جلانے کی بات کرتے ہو
دھوپ صحرا میں لُو کی شدت میں
گل اُگانے کی بات کرتے ہو
گن، الیکشن میں نوٹ، بم دیگر
دیں سکھانے کی بات کرتے ہو
"ساری دنیا کے رنج و غم دیگر
مسکرانے کی بات کرتے ہو"

سید عطاء المحسن بخاری

غزل

کمر خمیدہ، بدن خستہ و نزار ہوا
بشر تھا، بار امانت اُٹھا کے خوار ہوا!

ترا حوالہ ہمیں وجہِ اعتبار ہوا
ہمارے ربطِ خلائق کا تو مدار ہوا

یہ اب کھلا کہ غنیمت تھی بے نوائی بھی
سوال اُسی سے ہوا جس کو اختیار ہوا

بسا کے دل میں تجھے ہم جہاں کہیں بھی گئے
وہی جگہ، وہی قریہ، ترا دیار ہوا

سمند، شوق کا اگلا قدم کہاں ہو گا
کہ جادۂ سرِ امکاں جسے غبار ہوا

پکارتا تھا سرا پردۂ ازل سے کوئی
یہ وہم ہم کو ہوا اور بار بار ہوا

عجیب رسم چلی اب کے شہر میں عابد
جو سر بلند ہوا مستحق دار ہوا

○

پروفیسر عابد صدیق (بہاولپور)

منہ بنا لیتے ہیں لوگ

○

اب کلاشنکوف سے سب کو ڈرا لیتے ہیں لوگ
اب چٹانوں کے سروں کو بھی جھکا لیتے ہیں لوگ
کون کہتا ہے دلوں سے اڑ گئیں ہمدردیاں
اب تو قاتل کو بھی سولی سے بچا لیتے ہیں لوگ
جانے منزل پر پہنچ کر کیا کریں ہم سے سلوک
راہ چلتے جیب سے سب کچھ اڑا لیتے ہیں لوگ
کس قدر جذبہ تعاون کا ہے ان میں دوستو
دوسروں کی چیز بھی اپنی بنا لیتے ہیں لوگ
جیتے جی یہ ں ہے کہ پوچھتے تک بھی نہیں
دم نکل جائے تو کاندھوں پر اٹھا لیتے ہیں لوگ
اپنے ہمسائے کے آنگن میں نہ جائے روشنی
اپنے گھر کے دیپ بھی سارے بجھا لیتے ہیں لوگ
تو اگر ناواقف آداب دنیا ہے تو کیا!
زندہ رہنے کے لئے سب کچھ سکھا لیتے ہیں لوگ

چل پڑے ہیں سب غلط راہوں پہ اپنے ہمنوا
ہم جو نہ دیں ساتھ تو پھر منہ بنا لیتے ہیں لوگ

○

پروفیسر محمد اکرام تائب (عارف والا)

چمن چمن اُجالا

رپورٹ: مہدی معاویہ

مرزائیوں نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سب سے زیادہ بدزبانی کی ہے
شہداءِ ختم نبوت کا پیغام آج بھی پوری قوت سے گونج رہا ہے

مسجد احرار ربوہ میں پندرہویں سالانہ سیرت کانفرنس اور جلوس سے زعماء احرار کا خطاب

مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام ہر سال بارہ ربیع الاول کو ربوہ میں سالانہ سیرت کانفرنس اور جلوس کا اہتمام ہوتا ہے۔ جس میں زعماءِ احرار سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر اظہار خیال فرماتے ہیں اور ساتھ ہی مرزائیوں کو دعوت اسلام کا فریضہ بھی انجام دیتے ہیں۔ امسال بھی پندرہویں سالانہ کانفرنس پورے تزک و احتشام سے منعقد ہوئی جس کی صدارت شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ العالی نے فرمائی۔ صبح دس بجے سے نمازِ ظہر تک اجلاس جاری رہا اور نماز ظہر کے بعد حسب سابق حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتھم کی دعاء سے جلوس کا آغاز ہوا۔ جلوس ربوہ شہر کا چکر لگا کر مسجد بخاری پہنچ کر پذیر ہوا۔ ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المھیمن بخاری مدظلہ نے دعاء کرائی۔ جلسہ اور جلوس میں جن زعماء احرار نے خطاب فرمایا اس کی اجمالی جھلک ذیل میں قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

حضرت سید عطاء المحسن بخاری:

آپ نے دوران جلوس ایوان محمود کے مقابل اپنے خطاب کا آغاز کچھ اس طرح فرمایا۔
کسی اللہ کے بندے کا شعر ہے۔

خوشا وہ دیوانگی کا عالم کہ ہوش دنیا کا ہو نہ دیں کا
بس ایک سر ہو اور ایک سودا کسی کے گیسوئے عنبریں کا

دنیا اس وقت الیکشن کے عذاب میں مبتلا ہے یقیناً یہ اللہ کی طرف سے ایک عذاب ہے اس کافرانہ نظام میں یہودی عیسائی اور مسلمان کا ووٹ ایک ہے۔ متقی اور بدمعاش اس نظام میں سب برابر ہیں اور یہ کرشمہ ہے جمہوریت کا---- اسلام کا نہیں اسلامی حکومت میں یہودی، عیسائی اور کسی بھی کافر کو رائے دینے کا حق نہیں اس کے ساتھ ہی۔ زانی، شرابی، چور، ڈاکو قاتل سود خور اور جھوٹے مسلمانوں کو بھی اسلام نے رائے دینے کا حق نہیں دیا اسلام کہتا ہے۔

لا تقلبوالهم شهادة ابدا

ہمیشہ ان کی گواہی مت قبول کرو۔

مرزا غلام احمد کو یہی غلط فہمی ہوئی اس نے کسی سے جمہوریت پڑھ لی اور اس کو غلط فہمی ہوئی کہ اسلام میں اسے بھی رائے دینے کا حق حاصل ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی رائے داغ دی، اس نے "کشتی نوح" میں کہا کہ ایک زانی اور شرابی، چور اور ڈاکو نبی بھی بن سکتا ہے۔

مرزائی کہتے ہیں کہ احراری ہمیں گالیاں دیتے ہیں۔ یہ غلام احمد نے کونسی دعا دی ہے؟ غلام احمد قادیانی کہتا ہے۔

ان العدا صاروا خنازير الفلا

میرے دشمن سب جنگل کے سور ہیں حال ہی میں نگران /وزیراعظم معین قریشی نے کہا ہے کہ کسی کو کافر نہ کہو اس لئے کہ قریشی صاحب کی بیوی کافرہ۔ یہودن۔ بیٹی اسکی مرزائی کے پاس سیکرٹری اسکا مرزائی یقیناً یہ بھی یہ ہمارا دشمن ہے اور ہمارا دشمن، مسلمانوں کا دشمن مسلمانوں کے دین کا دشمن اور سیکولرازم کا حامی ہے۔ یہ ملک جس کی بنیاد میں عورتوں، بچوں اور جوانوں کی عزت و آبرو اور خون دفن ہے۔ اس ملک کو جو اسلام کے نام پر بنا ہے یہ اس کو مٹانا چاہتا ہے۔

مرزائیوں نے مسلمان مردوں کو جنگل کے سور کہا اور مسلمان خواتین کو کتیا کہا۔ پھر مرزائی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس بڑے اخلاق ہیں یہ اخلاق کی دیویاں ہیں اور مسٹر طاہر اخلاق کے دیوتا ہیں۔ ایم ایم احمد اور ربوہ کے باسی سب اخلاق کے "ملٹن" ہیں۔ ان کے اخلاق کا تو یہ عالم ہے کہ یہ لوگ غلام احمد کی بیویوں کو ام المومنین کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیگمات کے علاوہ کوئی اور بھی ام المومنین ہے؟

اسلام کے خلاف جتنی بد زبانی، بد اخلاقی اور سنگلگی کا مظاہرہ قادیانوں نے کیا ہے اور کسی نے نہیں کیا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ موجودہ نگران وزیراعظم ایک سازش کے تحت بھیجے گئے ہیں۔ جو اپنے اقدامات کے ذریعے قادیانیوں پر گرفت ڈھیلی کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ایسی کوئی بھی صورت قبول کرنے کو تیار نہیں اور ایسی ہر کوشش اور نظام کی ڈٹ کر مخالفت کریں گے جو اسلام سے متصادم ہو ہم اس راستے میں ممکن حد تک رکاوٹیں کھڑی کریں گے۔

حضرت سید عطاء المہیمن بخاری:

حضرات محترم! گذشتہ سال تین باتیں سنا گیا تھا ان غیر مسلم پڑوسیوں کی ہدایت کیلئے جس کا جواب ان پر اُدھار ہے۔ ہم ان لوگوں کو اصل دشمن نہیں سمجھتے۔ جس کو دشمن سمجھتے ہیں وہ انگریز ہے جس نے ان کو گمراہ کیا ہے۔ یہ گم گشتۂ راہ ہیں۔ ہم ان کو راہ راست پر آنے کی دعوت دیتے ہیں۔

والد صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ختم نبوت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی کسی انسان سے نہیں پڑھتا۔ اللہ اسکی عظمت کے خلاف سمجھتے ہیں کہ وہ ہو میرا بھیجا ہوا رسول اور پڑھے کسی انسان سے ایسا نہیں ہو سکتا۔ نبی کو اللہ خود پڑھاتے ہیں۔ جو شخص اپنی تعلیم کے لئے انسانوں کا محتاج ہو وہ کیسے نبی ہو سکتا ہے؟

مجلس احرار اسلام کے وفادار ساتھی کہیں بھی موجود ہوں اس بات کو نہ بھولیں کہ دین کا تعلق الیکشن سے نہیں۔ ہم نے اپنے وجود کو اللہ کے قانون کے سوا کسی اور قانون کی طاقت بڑھانے کیلئے استعمال نہیں کرنا۔ اللہ کے نازل کردہ قانون اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے سوا کسی اور قوت کیساتھ اپنے وجود کو استعمال کر کے دوسری قوت کو تقویت نہیں دینی، جب تک زندہ ہیں اسی دین کیلئے، مرنا ہے تو اسی دین کیلئے۔

جو جماعت فقط دین کا کام کرتی ہے اس میں وہ خلط ملط نہیں کرتے ہم ان کے ساتھ قدم قدم چلنے کو تیار ہیں۔ جو لوگ بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی دوسرے نظام کو اسلام میں مدغم کرتے ہیں ہم ان کی قیادت ان کے مشن ان کے طریق کار کسی صورت بھی ان کیساتھ چلنے کو تیار نہیں ہیں۔ موت قبول ہے بد عہدی نہیں۔ یہی جماعت کا منشور و دستور اور پالیسی ہے۔

چودھری ثناء اللہ بھٹہ:

مجلس احرار اسلام کے بزرگ ساتھی محترم چودھری ثناءاللہ بھٹہ صاحب نے کہا کہ مجلس احرار اسلام موجودہ سیاسی نظام کے تمام بکھیڑوں سے الگ تھلگ ہے۔ ہمارے پیش نظر اسمبلیوں کی سیٹیں ہیں، نہ وزارت کی کرسیاں۔ ہم تو صرف اللہ کی رضا کیلئے اس ملک کے عوام میں یہ روح پھونکنا چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کریں۔

موجودہ سیاسی ماحول میں یہ بڑا مشکل اور کٹھن کام ہے مگر الحمدللہ احرار کارکن پورے صبر اور عزم و یقین کے ساتھ حکومت الٰہیہ کے قیام کیلئے کوشاں ہیں۔ میں احرار کارکنوں کو اس استقامت پر مبارکباد دیتا ہوں۔

سید کفیل بخاری:

سرفروشان احرار اور میرے مخاطب غداران ختم نبوت آج ہم حسب سابق اپنے روشن ایمان کا دامن لئے اور عقیدۂ ختم نبوت سے سرشار دلوں کو لئے آپ کے سامنے حاضر ہیں ہم وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اور جن کے اسلاف نے دین حق کی حفاظت کی خاطر اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر موت کو دعوت دی ہے۔ اور اس سے محبت کی ہے۔ ہمارے اس جذبے اور ایثار کو دیکھ کر شورش کاشمیری مرحوم نے کہا تھا۔

اسلام ہو پھر غلغلہ انداز جہاں میں
احرار کی یلغار پہاڑوں کو ہلا دے

دیکھو! مرزا صاحب نے منصب نبوت پر ہاتھ ڈالا تو اللہ نے عقل و شعور اور فکر کی تمام صلاحیتیں سلب کر لیں۔ اور اس شخص کو ذلت و گمراہی کا نشانِ عبرت بنا دیا۔

اللہ نے احرار کو عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کا جو شرف بخشا ہے یہ اس کی بہت بڑی نعمت ہے۔ ہم اس عظیم مقصد کے حصول کیلئے قربانیاں دیتے آئے ہیں اور دیتے رہیں گے۔ ہماری جدوجہد پرامن ہے۔ پاکستان مسلمانوں کا ملک ہے۔ اس کی بنیادوں میں ہمارے بزرگوں کا خون شامل ہے۔ ہم اپنے دین، ملک اور وقار کی ہر قیمت پر حفاظت کریں گے۔

عبداللطیف خالد چیمہ:

قادیانیو! ہم پھر حاضر ہیں۔ ہمیں اچھی طرح جان اور پہچان لو۔ سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد تمہارے سر ظفر اللہ نے ایک مرتبہ کہا تھا کہ کہاں ہے عطاء اللہ شاہ بخاری؟ اس کے جواب میں شورش کاشمیری مرحوم نے ہفت روزہ چٹان کے صفحۂ اول پر سید ابوذر بخاری کی تصویر شائع کی تھی اور نیچے لکھا تھا " یہ ہے عطاء اللہ شاہ بخاری " لیکن آج یہی سوال میں تم سے کرتا ہوں، کہاں ہے مرزا طاہر؟ یقیناً تمہارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ مرزا طاہر زندہ سلامت میدان چھوڑ کر بھاگ گیا اور عطاء اللہ شاہ بخاری کے نسبی و روحانی بیٹے اس کی وفات کے بعد بھی میدان میں خم ٹھونک کر کھڑے ہیں اور تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

مولانا محمد مغیرہ:

مجلس احرار اسلام کے مبلغ مولانا محمد مغیرہ نے کہا کہ تحفظ ختم نبوت اور استیصال مرزائیت کیلئے احرار کی قربانیاں لازوال ہیں۔ ہم اپنے اکابر کی جدوجہد کے امین ہیں اور ان شاء اللہ اس تحریک کو زندہ رکھیں گے۔

مولانا محمد یوسف احرار:

مجلس احرار اسلام لاہور کے رہنما مولانا محمد یوسف احرار نے کہا کہ شہداء ختمِ نبوت کی قربانی پہلے بھی رنگ لائی ہے اور آئندہ بھی رنگ لائے گی۔ شہداء کا ایثار اور قربانی رائیگاں نہیں جائیں گے۔

دعاءِ صحت

- ہمارے دیرینہ محب و مخلص جناب عزیز الرحمٰن سنجرانی گذشتہ ایک ماہ سے سخت علیل ہیں اور نشتر ہسپتال ملتان میں زیر علاج ہیں۔
- مجلس احرار اسلام لاہور کے کارکن جناب محمد اسلم ناز صاحب گذشتہ کئی روز سے علیل ہیں۔
- مجلس احرار اسلام قاسم بیلہ ملتان کے مخلص کارکن جناب سعید احمد کی اہلیہ علیل ہیں۔
- ہمارے کرم فرما محترم حاجی محمد صدیق صاحب (ملتان) کئی ماہ سے علیل ہیں۔

(قارئین سے درخواست ہے کہ ان احباب کی صحت یابی کے لئے دعاء کا اہتمام فرمائیں۔)

رپورٹ:۔۔۔۔ ابوالاحسان غلام حسین ۔۔۔۔ ابو معاویہ محمد نعیم احرار ۔۔۔۔ (ڈیرہ اسماعیل خان)

اسلام انسانوں کو اخلاق کی بلندیوں پر فائز کرتا ھے

○ مسلمان کہلا کر افلاطون کا نظام سیاست قبول کرنا اسلام سے بغاوت ہے

○ قرآن و سنت، حدیث اور اجماع صحابہ ہی حق کے سرچشمے ہیں

○ "ایڈجسٹمنٹ" کے موجودہ منافقانہ طرزِ عمل کا اسلام میں کوئی تصور نہیں

○ جمہوریت کے خوشنما نعرہ کی آڑ میں مسلمانوں کا عقیدہ و ایمان تباہ کیا جا رہا ہے

ڈیرہ اسماعیل خان میں اجتماعات احرار سے ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری کا خطاب

مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسماعیل خان کے زیر اہتمام ستمبر کے تیسرے عشرہ میں مختلف تبلیغی اصلاحی اور تنظیمی اجتماعات منعقد ہوئے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ انتخابات کے اس ہنگامی اور شیطانی ماحول میں بھی اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جو خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے میدان عمل میں سرگرم رہتے ہیں۔ یہ لوگ یقیناً قلیل ہی ہوتے ہیں کیونکہ جمہوریت تو اکثریت کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور مسلمانوں کی اکثریت اس کافرانہ جمہوری نظام کے دام تزویر میں پھنسی ہوئی ہے۔ بہر حال دین کا کام کسی اکثریت کی طاقت یا خوف کی وجہ سے موقوف نہیں کیا جاسکتا جس طرح دین سدا بہار ہے اسی طرح اس کا کام بھی۔ یہ ہر موسم اور ہر ماحول میں ہوسکتا ہے۔ مگر استقامت شرط ہے۔

پروگرام کے مطابق مجلس احرار اسلام کے رہنما ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ ۲۳ ستمبر ۱۹۹۳ء بروز جمعرات لاہور سے ڈیرہ اسماعیل خان پہنچے۔ احرار کارکنوں نے ان کا والہانہ استقبال کیا اور جلوس کی صورت میں مقامی رہنما، چوہدری نورالدین صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ شاہ جی کا استقبال کرنے والے مقامی احرار رفقاء میں چوہدری نورالدین مولوی اللہ بخش احرار غلام حسین حاجی عبدالعزیز حاجی صلاح الدین غازی صغیر احمد محمد نعیم احرار محمد یونس ربنواز محمد الیاس اور حافظ سعید احمد زیادہ سرگرم اور پیش پیش تھے۔ شاہ جی نے کچھ دیر قیام فرمایا اور پھر قافلہ احرار شاہ صاحب کی قیادت میں روانہ ہوا جو دریا خان سے ہوتا ہوا تھلہ نون سے گزر کر گرائی نون پہنچا جہاں مجلس احرار اسلام کے ساتھیوں اور عوام نے شاندار استقبال کیا اس موقع پر جناب غلام یٰسین عبدالرحمٰن صاحب عبدالغفار صاحب ظفر اقبال حافظ محمد حیات نون اللہ وسایا سوہانہ غلام سرور نون ملک بشیر نون اور

لوگ مجلس احرار اسلام میں شامل ہوگئے۔ ظہر کی نماز کے بعد حافظ غلام احمد موہانہ کی صدارت میں جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی تلاوت قرآن مجید قاری محمد اسماعیل خان نے فرمائی ۔ دوست محمد قریشی صاحب نے نعت سنائی اس کے بعد حضرت مولانا اللہ بخش احرار نے عظمت صحابہؓ کے موضوع پر بیان کیا آخر میں حضرت سید عطاء المہیمن شاہ صاحب نے فضائل درود شریف اور حیات النبی ﷺ کے موضوع پر انتہائی اثر انگیز بیان فرمایا۔ شاہ صاحب نے بستی کراڑی نون کا نام تبدیل کر کے فاروق آباد رکھا۔ آپ کا بیان نماز عصر تک جاری رہا ۔ قافلہ احرار نماز مغرب تک واپس ڈیرہ اسماعیل خان پہنچ گیا۔

دوسرے روز آپ نے مسجد ابراہیم خلیل ظفر آباد کالونی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

لوگو ! "اپنے عقیدہ کو مضبوط کرو" عقیدہ اچھا نہیں تو زندگی کیسے اچھی ہوگی جس زندگی میں حیا نہیں وہ کیسے اچھی ہوسکتی ہے۔ پھر فرمایا حیات کی مختلف قسمیں ہیں۔ حیات کافر کی بھی ہے حیات مسلمان کی بھی حیات شہید کی بھی ہے ۔ ناجائز دولت جمع کرنا بے حیائی کو فروغ دینا، وی سی آر اور ٹیلی ویژن کے ذریعے گھروں میں برائی پھیلانا اور نئی نسل کا اخلاقی دیوالیہ نکالنا یہ کافروں والی زندگی ہے جس کے اختیار کرنے کے نتیجے میں گھروں میں بے برکتی ہے، اولاد نافرمان ہے۔ ازدواجی زندگی جھگڑوں سے آلودہ ہے۔ مگر مسلمان کی زندگی اس سے قطعی مختلف ہے۔ جہاں ماں کا ایک پاکیزہ کردار ہے جس کی گود سے انسان کی تربیت شروع ہوتی ہے۔ ماں باپ کے فرائض میں شامل ہے کہ وہ اولاد کو دین سکھائیں اور دین کے راستے پر چلائیں اسلام اپنے ماننے والوں کو اخلاق کی بلندیوں پر دیکھنا چاہتا ہے۔ انسانیت کا جو احترام اسلامی زندگی میں ہے وہ کافرانہ طرز زندگی میں نہیں۔ اسلام تو امن و سلامتی کا نظام ہے ۔ اس کو اختیار کرنے سے سلامتی ہی نصیب ہوگی لیکن اگر مسلمان کہلا کر بھی افلاطون کے نظام ریاست کو قبول کیا تو زندگی کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ بات عقیدے کی ہو رہی تھی ۔ یہ بنیاد ہے زندگی کی ۔ یہ مسلمانوں کی متاع عزیز اور ورثہ ہے اس میں جھول پیدا ہوگیا تو ساری عمارت گر جائے گی۔ والدین کا فرض ہے کہ اولاد کو صحیح عقیدہ منتقل کریں۔ جس طرح جائیداد مستقل ہے اور وراثت میں اولاد کو منتقل ہوتی ہے اسی طرح عقیدہ بھی منتقل ہوتا ہے اچھی جائیداد اور مال بنانے کے لئے تو محنت کرتے ہو۔ مگر عقیدہ صحیح کرنے کے لئے محنت نہیں کرتے۔ یہ محنت بہت ضروری ہے کھرے اور کھوٹے کی پہچان بھی ضروری ہے ۔ قرآن، حدیث، سیرت اور اجماع صحابہ حق ہے۔ حق کو انھی میں تلاش کرو انھی ذرائع سے سچ اور حق ملے گا۔ جنت کے طلبگار ہو تو اپنے عقائد کو درست کرلو یہ دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضمانت ہے۔ حضرت معاذ بن جبل سے حدیث روایت ہے کہ یمن کی طرف رسول اللہ ﷺ روانہ کر رہے ہیں ۔ سوال کرتے ہیں نبی کریم اور جواب دینے والے ہیں معاذ بن جبلؓ تین بار سوال ہوا تین بار لبیک یارسول اللہ ﷺ کہا کہ اللہ کے بندوں کے کیا حقوق ہیں؟

جواب ملا۔ اللہ جانتا ہے اور اسکا نبی ﷺ جانتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کا بندوں پر یہ حق کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے ۔ بندہ کا اللہ پاک پر کیا حق ہے؟ اللہ کا رسول بہتر جانتا ہے جواب ملا کہ اللہ معاف کرنے والے ہیں بشرطیکہ شرک نہ کیا ہو۔

نبی کریم ﷺ کی تیرہ سالہ مکی زندگی اور دس سالہ مدنی زندگی کے ان تیئس برسوں میں جماعت صحابہ نے درسگاہ نبوی ﷺ سے کیسی تربیت پائی اور کیسے خوش کن الفاظ سے اللہ کے نبی کو جواب فرمائے پھر اللہ نے قرآن کریم میں فرمایا فان آمنوابمثل ماآمنتم بہ فقد ھتدوا

کہ ایمان اس طرح لاؤ جس طرح میرے صحابہؓ لائے۔ تب تو کامیاب زندگی ہے۔ قانون خداوندی تو پہلے سے موجود ہے لیکن آپ حضرات نے مشرکانہ نظام کو اپنا رکھا ہے اور اسلام کے ساتھ شرک بھی روا رکھا ہے۔ افلاطون کو خوش کر رہے ہیں۔ اور محمد رسول اللہ ﷺ کو ناراض اللہ کو ناراض رسول اللہ کے صحابہؓ کا عمل موجود ہے اسلام مکمل آچکا ہے۔ آیت البوم اکملت لکم

اتر چکی ہے ایسی کوئی مثال نہیں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے کسی صحابی کو اسلام میں کمی رہ جانے کی وجہ سے یونان کی حکومت روم کی حکومت فارس کی حکومت کے پاس بھیجا ہو کہ وہاں سے کوئی قانون پوچھ کر آؤ اور اسلام کے ساتھ پیوند لگالو کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ایسا کیا ہو یا کسی صحابی نے ایسا کیا ہو؟ اسوقت یہ تین بڑی سلطنتیں تھیں۔ یونان جمہوریت چلا رہا تھا۔ روم اور فارس کے علیحدہ قانون تھے۔ لیکن اللہ پاک کے نظام حکومت کو دیکھو اس میں کوئی خامی یا کمی نہیں زندگی کے تمام مسائل کو قرآن و حدیث کے واضح کر دیا گیا ہے۔ آجکل انتخابات کا زور و شور ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے صوبائی سطح پر ایڈجسٹمنٹ کی ہے کہ وقتی معاہدہ ہوا ہے کوئی ہم نے مستقل وعدہ نہیں کیا جناب رسول اللہ ﷺ سے اور ابوجہل کی بمعہ قبائل کے گفتگو تاریخ و سیرت میں محفوظ ہے اس وقت کفار کا وفد اللہ کے نبی سے ملنے آیا اور کہا کہ کچھ معاہدہ "ایڈجسمنٹ" کرلیں۔ کس قسم کی۔۔۔۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کفار کے سردار کہنے لگے کچھ آپ ہماری مان لیں کچھ ہم آپ کی مان لیتے ہیں اور معاہدہ ہوجائے سرداران کفار نے اللہ کے رسول سے کہا کہ آپ کو عرب کی کسی خوبصورت عورت کے ساتھ نکاح کرنا ہے۔ یا سرمایہ چاہیئے یا کوئی ریاست حکومت کرنے کے لئے چاہے۔ سب کچھ ہم دیتے ہیں مگر یہ لا الہ کہنا چھوڑ دو کچھ آپ مانیں اور کچھ ہم مانتے ہیں۔ مگر نبی کریم ﷺ نے جواباً فرمایا کہ میں قولوا لا الہ الا اللہ

نہیں چھوڑ سکتا۔ آپ ﷺ بھی وقتی معاہدہ کر سکتے تھے۔ عرب سردار چل کر ان کے گھر آئے تھے اور دنیا کی ساری نعمتیں آپ ﷺ کے قدموں پر نثار کرنا چاہتے تھے۔ مگر آپ ﷺ نے نظریہ دین اور عقیدہ کو ترجیح دی۔ سب کچھ ٹھکرا کر دین کو بچالیا۔ کوئی ایڈجسٹمنٹ نہیں کی۔

لیکن افسوس ہے آج کے مسلمان سیاست دان پر کہ وہ ایڈجسٹمنٹ کے نام پر دین کو ذبح کر رہا ہے۔ اور دین والوں کا اس شیطانی عمل میں ملوث ہونا اور بھی شرمناک ہے۔ انتخابات ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے مجلس احرار اسلام کا اس مسئلہ پر بڑا واضح موقف ہے۔ ہمارے نزدیک اسمبلیوں کے ذریعے یا جمہوریت کے ذریعے اسلام نہیں آسکتا نہ تاریخ میں اس کی کوئی مثال ملتی ہے۔ اسلام انقلاب سے ہی آئیگا۔

نواز شریف اور بے نظیر دونوں ایک ہی نظام کے حامی ہیں اور امریکہ کے مفادات کے لئے کام کر رہے ہیں۔

بے نظیر نے کہا کہ ملاؤں کا اسلام ختم کر کے رہونگی۔ اور اسلام کے ظالمانہ قوانین ختم کردونگی نواز شریف کہتا ہے کہ شلوار اونچی کرنی لوٹا اٹھانا یہ اسلام کی خدمت نہیں ہے۔ دونوں نے اسلام کی توہین کی ہے اور دونوں مجرم ہیں۔ ہم دونوں کو امریکی ایجنٹ کہتے ہیں۔ یہ دونوں یہود و نصاریٰ کو راضی کرنے کی کوشش میں ہیں ہمارے لئے ان کا نہیں صحابہ کرام کا عمل حجت ہے۔ صحابہ کرامؓ نے چادریں شلواریں ٹخنوں سے اوپر رکھی ہیں۔ طہارت و پاکیزگی کے لئے لوٹا ہاتھ میں اٹھایا ہے کیونکہ اسلام پاکیزہ مذہب ہے باقی سب جھوٹے مذاہب ہیں اور اسلام کے دشمن ہیں۔

جب اللہ پاک نے مکمل آفاقی نظام دیا ہے تو پھر تم کافرانہ نظام جمہوریت کا سہارا کیوں لیتے ہو جبکہ یہ نظام خود یورپ میں بھی ناکام ہو رہا ہے۔ قرآن علامہ اقبال یا بانی پاکستان محمد علی جناح پر نازل نہیں ہوا۔ ہم اقبال و جناح کی تعبیرات و تشریحات کو رد کر کے حضور ﷺ اور آپ کے صحابہ کی تشریحات کو قبول کرتے ہیں۔ اسلام میں کسی اور کی رائے کو قبول کرنے کا جواز ہی نہیں ہے۔ اور ہم اس دھوکہ سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

پاکستان کے بے خبر مسلمانوں کو جمہوریت کے خوشنما نعرہ کی آڑ میں بہت بڑا فریب دیا جا رہا ہے اور ان کے دلوں سے ایمان نکالا جا رہا ہے گھروں سے اسلام کو نکالا جا رہا ہے میرے مسلمان بھائیوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ جمہوریت میں بیٹی باپ کے سامنے اپنے آشنا کے ساتھ جانے کا حق رکھتی ہے مگر اسلام اس کو بے غیرتی قرار دیکر سزا دیتا ہے ہمارے سیاست دان زنا و شراب اور فواحش و منکرات کو فروغ دیکر اور بے زبان جانوروں کے ساتھ ساتھ انسانوں کو بھی آپس میں لڑا کر جمہوری ماحول پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ ہم یہ دھوکہ کھانے کے لئے ہر گز طیار نہیں ہیں بلکہ جب تک زندہ ہیں اس فریب کو طشت از بام کرتے رہیں گے۔ اور حتی الوسع اس کا راستہ روک کر اس کے خلاف جہاد کریں گے۔

مسلمانو! اس جمہوری نظام کے ذریعے اعتقادات اعمال اور تمام گوشوں میں شرک کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ سرمایہ کے زور پر حق کو ناحق ثابت کیا جا رہا ہے۔ غریبوں کی عزت و آبرو تباہ کی جا رہی ہے۔ چند خاندانوں کو کروڑوں عوام پر بلا شرکت غیرے حکمران مسلط کر دیا گیا ہے اسلام اس سارے کھیل کو کفر اور شیطنت قرار دیتا ہے اسلام ہر انسان کی عزت و آبرو کا محافظ ہے اور انسان پر انسان کی نہیں اللہ کی حاکمیت کا علمبردار ہے۔

افسوس جو چیز اسلام نے پیش کی ہم مسلمانوں نے اسکی مخالفت کر کے جمہوریت کو سینہ کا تعویذ بنایا۔ جو اسلام سینوں میں محفوظ ہوتا تھا۔ وہ اب جمہوریت کی شکار بن مسلمانوں سے نکل رہا ہے۔ میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے ایمان اور عقیدے کو مضبوط کر کے اسلام کو اپنے اعمال میں اجاگر کرو بے غیرت قانون کی مخالفت کرو۔

کامیابی یا ناکامی ہمارے اختیار میں نہیں۔ ہمیں تو صرف اسلام کے راستے پر چلنے کا حکم ہے ہم اگر اخلاص، ایثار اور جذبہ للھیت کے ساتھ اس سچے راستے پر چلیں گے تو یقیناً اللہ ہماری مدد کرے گا۔

رپورٹ: مہدی معاویہ، ملتان۔

"تحریک طلباء اسلام کے زیر اہتمام سیرت کوئیز پروگرام"

ملتان میں تحریک طلباء اسلام کے زیر اہتمام خاتم المرسلین والنبیین سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت طیبہ پر ماہ ربیع الاول کی مناسبت سے سوال و جواب کا معلوماتی پروگرام سیرت کوئیز کے عنوان سے منعقد ہوا اس پروگرام کے روح رواں تحریک کے ناظم جناب معظم معاویہ صاحب، محمد احمد صاحب اور حافظ محمد یاسر تھے۔ مہمان خصوصی "مدیر ماہنامہ نقیب ختم نبوت جناب سید محمد کفیل بخاری" تھے جبکہ صدارت علاقہ دہلی گیٹ کے معروف مذہبی و دینی کارکن جناب صلاح الدین نے کی۔

پروگرام بعد نماز مغرب شروع ہوا اور رات دس بجے ختم ہوا۔ تقریباً تیس نوجوانوں نے اس میں حصہ لیا۔ کمپیئرنگ کے فرائض تحریک کے مقامی کارکنوں حافظ محمد علی صاحب، معظم معاویہ صاحب اور حافظ محمد یاسر نے نہایت احسن طریقے سے انجام دیئے کوئیز کا سلسلہ شروع کرنے سے پہلے معظم معاویہ صاحب نے تعارفی تقریر میں کہا کہ تحریک طلباء اسلام اپنے منشور کی روشنی میں یہ سمجھتی ہے کہ دینی انقلاب اس وقت تک ممکن نہیں جب تک طلبا میں دینی شعور بیدار نہیں کیا جاتا۔ سیرت طیبہ کو عام نہیں کیا جاتا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے آج یہ سیرت کوئیز پروگرام منعقد کیا گیا ہے۔ اور انشاءاللہ آپ دیکھیں گے کہ پروگرام کے سامعین اور حصہ لینے والوں کو اس طریقہ سے جتنا فائدہ ہوگا اتنا دھواں دھار تقریروں سے نہیں ہوسکتا۔ انہوں نے طلباء کو دعوت دیتے ہوئے کہا کہ جو طلباء ہمارے اس پروگرام اور منشور سے متفق ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ اس دینی جدوجہد میں ہمارا ساتھ دیں ہماری طرف دست تعاون بڑھائیں۔ ناظم تحریک کی گفتگو کے بعد کوئیز پروگرام کا آغاز ہوا طلبا کے دو گروپ بنائے گئے تھے۔ پہلے سولہ سال یا اس سے کم عمر کے طلبا کے مابین سوال وجواب کا مقابلہ ہوا جو چار مرحلوں میں ختم ہوا اسی طرح سولہ سال سے زائد عمر کے طلبا کے مابین مقابلہ بھی چار مرحلوں میں ختم ہوا۔ طلباء کی تیاری دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ شاید سوالات ختم ہو جائیں مگر کمپیئر حضرات نے اس معاملے کے پیش آنے سے انتظامیہ کو بچا لیا۔ تحریک کے دیرینہ رفیق سفر جناب مغیرہ معاویہ صاحب نے پوری چابکدستی کے ساتھ نمبر نوٹ کئے جوں جوں وقت گزر رہا تھا سامعین میں دلچسپی اور سوالات وجوابات میں سنسنی پیدا ہو رہی تھی۔ بالآخر رات دس بجے یہ مبارک و مسعود پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ تقسیم انعامات سے پہلے مہمان خصوصی جناب سید محمد کفیل بخاری کو دعوت دی گئی کہ وہ ڈائس پر تشریف لائیں اور اظہار خیال فرمائیں۔ خطبہ مسنونہ کے بعد وہ یوں گویا ہوئے۔

"خوش قسمت اور سعادت مند ہیں آپ لوگ کہ الیکشن کے اس شوروشغب اور گہما گہمی سے وقت نکال کر محض دین کی خاطر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے نام نامی پر جمع ہوئے ہیں۔ اور سب سے زیادہ مبارک اور تحسین کے قابل تحریک طلباء اسلام کے نوجوان ساتھی ہیں۔ جنہوں نے اپنی روزوشب کی محنت سے اس مبارک پروگرام کو ترتیب دیا اور آپ کو سیرت طیبہ کے مختلف گوشوں سے ایک نئے انداز میں روشناس کرانے کا سامان کیا۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

کہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ اسی طرح ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا خلق کیسا تھا۔ تو جواباً فرمایا

کان القرآن خلقہ

کہ قرآن آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا خلق تھا۔

مطلب یہ کہ ہم اگر یہ دیکھنا چاہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا اسوہ کیا ہے؟ آپ کا خلق کیسا تھا تو ہم قرآن سے اخذ کریں، قرآن پڑھیں۔ اسمیں جو احکامات الٰہیہ ہیں ان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود عمل پیرا ہو کر اپنی قوم اور اپنے اصحاب کو دکھایا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا انما بعثت معلما

کہ میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ لوگوں کو تعلیم دینے کے لئے۔ ان کو آداب زندگی سکھانے کے لئے۔ اسی طرح کسی دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا کہ

انما بعثت لا تمم مکارم الاخلاق

میں مکارم اخلاق کو پورا کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

اب ان دونوں حدیثوں میں یوں تطبیق ہو سکتی ہے کہ علم کی صفاتِ عالیہ اور اوصاف حمیدہ پیدا ہوں۔ جو علم یہ اوصاف پیدا نہیں کرتا تو اس علم کا کچھ فائدہ نہیں۔ بلکہ الٹا قیامت کے روز اس پر حجت بنے گا۔

انہوں نے کہا کہ ہمیں بحیثیت مسلمان چاہیے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت طیبہ کا خوب مطالعہ کریں اور جانیں کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی سیرت کیا ہے پھر ہم خود اپنی سیرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔ آخر میں انہوں نے کامیاب ہونے والے طلباء اور دیگر وہ طلبا بھی جنہوں نے اس پروگرام میں حصہ لیا کو مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ آپ لوگ قابل احترام اور لائق تحسین ہیں جنہوں نے اس پروگرام کے لئے تیاری کی۔ یہ آپ کے سیرت سے لگاؤ اور شوق کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی زندگیاں سیرت کے مطابق ڈھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ انعامات تقسیم ہوئے گروپ (الف) کے ارسلان محمود نے اول انعام، محمد معاویہ رضوان نے دوم اور تنویر مجید نے سوم انعام حاصل کیا جبکہ گروپ (ب) کے محمد شعیب نے اول، مدثر لطیف دوم اور غفران احمد نے سوم انعام حاصل کیا۔ نعت خواں حضرات محمد سلیم، حافظ محمد آصف کو خصوصی انعامات دیئے گئے۔ اسی طرح پنڈال میں موجود عام سامعین سے پوچھے گئے سوالات کے جواب دینے والوں کو بھی خصوصی انعامات دئے گئے۔ یہ مبارک تقریب جناب مہمان خصوصی کی دعا پر ختم ہوئی۔

بقیہ از صـ ۶۳

بقیہ از صـ ۶۳

شکار ہو کر حقیقت حال کی ٹوہ لگائی۔ قاری ظہور رحیم صاحب تک رسائی حاصل کی اور یہ جانا کہ وہ بے چارے شریف آدمی "مسلک" کی رسوائی کے ڈر سے ان پیشہ ور جعلسازوں اور چوروں کو علانیہ تنبیہہ و توبیخ نہیں فرما رہے۔ بلکہ "خدام اہل سنت" کے وہ مایہ ناز سپوت کہ نام جن کا "علامہ حافظ محمد عیسیٰ حنفی لودھرانوی" رسالہ میں رقم فرمایا گیا ہے، قاری صاحب موصوف کو ایک دفعہ کی تنبیہہ کے جواب میں یہ فرما چکے ہیں کہ "آپ بھی دیوبندی ہیں اور میں بھی! ذرا سی بات پر یوں ناحق خفاء ہونا آپ کو زیب نہیں دیتا!"

حضرت بخاری صاحب!

میں یہ ساری کتھا محض اس لئے ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ لوگوں پر ظاہر و باطن کا فرق آشکارا ہو "صورتاً اور حقیقتاً" کے عقدے وا ہوں اور سنیت اور سبائیت کا آمیزہ نکھر اور نتھر کر اپنا آپ واضح کرے۔

میں رسالہ مذکورۂ کے دونوں ایڈیشن خدمت عالی میں روانہ کر رہا ہوں۔ مناسب جانیں تو اسے نقیب کی کسی اشاعت میں شائع بھی فرما دیں۔

والسلام

احقر صوفی نذیر احمد۔ (بہاولپور)

حلقہ احباب

مکرمی، اسلام مسنون!

مورخہ ۱۷ اگست ۹۳ء کے روزنامہ پاکستان کے اندرونی صفحہ پر مولوی سعید الرحمٰن علوی صاحب (غالباً یہ وہی مولوی صاحب ہیں جو "الاحرار" اور "نقیب ختم نبوت" میں اکثر و بیشتر لکھتے ہیں) کا مضمون بعنوان "سہ فریقی اتحاد --- ایک جائزہ" پڑھا اس وقت بھی یہ مضمون میرے سامنے ہے اس کو پڑھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا کہ مولانا نے یہ مضمون لکھ کر اسلام کی کونسی خدمت سرانجام دی ہے۔ جمعیت العلماء اسلام میں ایک صاحب غالباً ڈاکٹر احمد حسین کمال ہوا کرتے تھے نہ جانے وہ کہاں سے تشریف لائے تھے اور کس طرح وہ جمعیت العلماء میں ایک خاص اہمیت کے حامل ہوگئے تھے۔ بعض اہل الرائے یہ خیال کرتے تھے کہ جمعیت کی ایسی حکمت عملیوں میں جن سے اس ملک کے اندر اسلام کی تحریک کو نقصان پہنچا ان کا سب سے بڑا ہاتھ تھا۔ کیا مولوی سعید الرحمٰن علوی صاحب ڈاکٹر احمد حسین کے کمال کے جانشین تو نہیں ہیں؟ آپ انہیں مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ مولوی سعید الرحمٰن علوی صاحب نے اپنے اس مضمون میں عورت کی حکمرانی کے مسئلہ کو جس چابکدستی سے گول کرنے کی کوشش کی ہے وہ کچھ ان کا ہی حصہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آدمی بنیادی طور پر زیرک ہیں اور پانی میں مٹی ملانے کی صلاحیت ان میں وافر موجود ہے۔ اپنے مضمون میں انہوں نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ پیپلز پارٹی چودھری افضل حق کے افکار کی علمبردار ہے۔ اس پر اب انہیں میں کیا کھوں کہ یہ بات محض جسارت ہے۔ "تم جسے چاہو چڑھا لو سر پر۔ ورنہ یوں درش پہ کاغل ٹھہریں"

چودھری افضل حق اور بے نظیر بھٹو میں کونسی قدر مشترک ہے؟ یہ میں ان سے سوال کرتا ہوں امید ہے وہ اس کا جواب مرحمت فرمائیں گے۔ خدا کے واسطے ایسے لوگوں کا راستہ روکئے ورنہ کل کو لوگ یہ بھی کہہ اٹھیں گے کہ ابوذر بخاری اور ساجد نقوی دراصل دونوں ایک ہی فکر کی آبیاری کرتے رہے ہیں (لاحول ولاقوت الاباللہ) مولوی صاحب اپنے مضمون میں تحریر فرماتے ہیں۔

"رہ گیا عورت کی سربراہی کا مسئلہ تو یہ کارتوس ایک دفعہ چل چکا ہے اس کی پرواہ نہ کرنی چاہیئے۔ مشرقی روایات کی پاسداری اس معاملہ کا ایک پہلو ہوسکتا ہے قرآن و سنت کے حوالہ سے اس پر کوئی قدغن نہیں"۔

مولوی صاحب ہمیں کونسے دین کی تعلیمات سے آشنا فرما رہے ہیں۔ آخر ہم بھی ساری عمر سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے قدموں میں بیٹھے ہیں اور مولوی صاحب کی طرح عالم دین تو ہرگز نہیں ہیں لیکن دین کی سوجھ بوجھ ضرور رکھتے ہیں اور دین کے مزاج شناس ہیں۔ یہ کس دین کی بات فرمائی جارہی ہے قرآن کی کسی آیت میں عورت کی سربراہی کا کوئی تصور موجود ہو تو تحریر فرمائیں۔ حدیث کوئی عورت کی سربراہی کے تصور کو بیان کرتی ہو تو بیان فرمائیں یا پھر خلفائے راشدین کے کسی عمل سے اس کی تائید ہو تو ہمارے علم میں اضافہ فرمائیں۔ ورنہ ان کی یہ

جسارت یونہی بزعم خویش غزالیٔ دوراں بننے کی محض کوشش ہے جس کی مذمت تو کی جاسکتی ہے ستائش نہیں۔

بھٹوازم کتنا خطرناک ہے اس کا اندازہ اس مضمون سے لگایا جاسکتا ہے کہ علماء کی صفوں میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو عورت کی سربراہی کو محض مشرقی روایات کی پاسداری کا معاملہ گردانتے ہیں گویا اس کا دین اسلام کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ بھٹوازم قوم کو کھا جائے گا۔

آئینہ تیرے حسن کی کیا خبر دے گا

میری غزل میں میرے شیشہ خیال میں دیکھ

والسلام۔ آپ کا مخلص

پروفیسر خالد شبیر احمد (فیصل آباد)

محترم سید کفیل بخاری صاحب

اسلام علیکم ورحمتہ اللہ

"نقیب ختم نبوت" کی ایک گذشتہ اشاعت میں آپ نے لاہور کے ایک دردمند مسلمان جناب محمد معاویہ کا خط شائع کیا تھا۔ جس میں انہوں نے حضرت مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی مدظلہ کی تازہ کتاب "واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر" کے نام پر لاہور کے کچھ سنی نما سبائیوں اور بعض چکوالی ناشروں کی جعل سازیوں کا پردہ چاک کیا تھا۔

یہ بات کہ چکوالی دھرم میں تقیہ، کتمان، خدع، فریب، مکر اور دروغ کی جملہ سبائی خصوصیات پائی جاتی ہیں اب گویا پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کچھ ہی عرصہ ہوا کہ چکوالی فتنہ پردازوں کے دعوائے سنیّت کی قلعی مجھ پر ایک خاص سبب سے کھل گئی ہے اور میں اسے مناسب سمجھتا ہوں کہ قارئین نقیب کو بھی اس فتنہ کے تاریک پہلوؤں کی ایک جھلک اور دکھاؤں ---- تو سنیئے۔

آج سے کوئی چار پانچ برس قبل، لیاقت پور (ضلع رحیم یار خاں) کے ایک دیوبندی عالم قاری ظہور رحیم صاحب نے ایک رسالہ "عبرۃ الابصار" کے نام سے مرتب کیا اور خود ہی شائع کیا۔ اس میں انہوں نے گستاخان صحابہؓ کے عبرتناک انجام کے چند واقعات جمع کئے تھے۔ رسالہ بہت مفید اور بہت نافع تھا۔ اس لئے پسند کیا گیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد یہی رسالہ احمد پور شرقیہ (ضلع بہاولپور) سے شائع ہوا۔ تو اس کے مؤلف کا نام تبدیل کر دیا گیا۔ اب اس کے مؤلف کوئی صاحب "محب الصحابہ حافظ محمد عیسیٰ لودھرانوی" تھے۔ اور مزید حب صحابہ کا ثبوت رسالہ کا نام "عبرتناک انجام" رکھ کر فراہم کیا گیا۔ گویا مؤلف اور تالیف کا نام تبدیل کر دیا جائے تو دنیا کی کوئی سی کتاب اور خصوصاً دینی اور صحابہ سے متعلق کتاب یا کتابچہ چھاپنے کو سرقہ، چوری، خیانت اور دھوکہ دہی سے تعبیر نہیں کیا جاسکے گا۔ سبحان اللہ! مزید سنیئے ---- کہ اس احمد پور شرقیہ کے مسروقہ، مقبوضہ اور غصب شدہ ایڈیشن پر ناشر کا نام ایک نہیں دو جگہ، جلی خط میں لکھا گیا ہے اور وہ نام ہے "تحریک خدام اہل سنت۔ احمد پور شرقیہ" ملاحظہ فرمایا آپ نے! یہ ہے چکوالی دھرم کی سبائیت، جسے سنیت کا رنگ و روغن چڑھا کر مسلمانوں میں فروغ دینے کی سعی مذموم فرمائی جارہی ہے۔ اخلاقی، ایمانی، اعتقادی اور ذہنی و فکری دیوالیہ پن اور افلاس و قلاشی کا یہ عالم ہے۔

یہ محض اتفاق ہے کہ مجھے رسالے کے یہ دونوں ایڈیشن دیکھنے کو مل گئے۔ میں نے سخت تعجب اور تجسس کے

بقیہ ص ۶۱ پر

مسافرین آخرت

O۔۔ جناب بشیر احمد رضوانی: گذشتہ ماہ اوکاڑہ میں انتقال کر گئے۔ آپ مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکن تھے۔ مجلس احرار اسلام کی دستور ساز کمیٹی (۱۹۶۲ء) کے رکن رہے اور اس سے قبل مجلس شوریٰ کے بھی رکن رہے آپ انتہائی مخلص اور زیرک آدمی تھے۔ جب تک جماعت میں رہے فعال کردار ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی دینی خدمات قبول فرمائے اور مغفرت فرمائے (آمین)

O۔۔ سید عبدالرشید شاہ صاحب: دوہ ماہ قبل آپ رحلت فرما گئے۔ مدرسہ فاروقیہ بہاولپور کے روح رواں اور دین کی خدمت کا جذبہ رکھنے والے ایک دردمند مسلمان تھے۔ قرآن کریم کی تعلیم عام کرنے اور اسے تجوید و قرات کے ساتھ پڑھانے کا خاص ذوق رکھتے تھے۔ جس کا عملی مظاہرہ آپ کا مدرسہ ہے۔ جو صدقہ جاریہ ہے۔

O۔۔ محبوب بھٹہ صاحب: ہمارے دیرینہ کرم فرماؤں اور مخلصین میں سے تھے۔ ملتان میں کچہری روڈ پر رہائش پذ تھے۔ شوگر اور عارضہ قلب کے باعث گذشتہ ماہ وفات پا گئے۔

O۔۔ عبدالرشید خان: دو ماہ قبل عارضہ قلب کی وجہ سے انتقال ہوا۔ ۱۹۶۲ء میں مجلس احرار اسلام کا احیاء ہوا تو ملتان میں جن نوجوانوں نے جانشین امیر شریعت حضرت سید ابوذر بخاری مدظلہ کی آواز پر لبیک کہا آپ ان میں سے ایک تھے۔ ایک بہادر اور جری کارکن کی حیثیت سے اس وقت جماعت کے لئے زبردست کام کیا۔ ہنس مکھ، ملنسار اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ آجکل مسلم کمرشل بینک میں ملازم تھے۔

O۔۔ مجلس احرار اسلام ملتان کے کارکن جناب عبدالستار صاحب کی بھابھی صاحبہ گذشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔

O ملتان میں ہمارے مہربان اور نشتر ہسپتال کے معروف ڈاکٹر محترم فضل الرحمٰن صاحب کی والدہ ماجدہ رحلت فرما گئیں۔

O مجلس احرار اسلام گوجرانوالہ کے انتہائی مخلص اور قدیم کارکن محترم حاجی **محمد اسلم** صاحب (کبابوں والے) ساکن محلہ شالباقاں اکتوبر کے پہلے عشرہ میں انتقال فرما گئے۔

O ملتان میں مجلس احرار اسلام کے کارکن **محترم ملک** منیر عباس کے والد محترم ۱۰ اکتوبر کو وفات پا گئے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ تمام مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعاؤں کا خاص اہتمام فرمائیں۔ اراکین ادارہ تمام مرحومین کے لواحقین کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرما۔ (آمین)

C

آئیے اللہ کی رضا اور اجر حاصل کیجئے!

ہمارے دینی ادارے اور مستقبل کے منصوبے مسلمان توجہ فرمائیں

★ — مجلس احرارِ اسلام دینی انقلاب کی داعی ہے۔ دینی انقلاب —— دینی مزاج اور دینی ماحول پیدا کیے بغیر ممکن نہیں۔ ۱۹۲۹ء سے آج تک احرار نے بیسیوں تحریکوں کو جنم دیا اور پروان چڑھایا۔ احرار کی سب سے بڑی، مضبوط اور زندہ تحریک **تحریکِ ختمِ نبوّت** ہے۔

★ — پاکستان سے پہلے اور پاکستان کے بعد احرار نے سینکڑوں دینی ادارے قائم کیے جن سے اُمّتِ مسلمہ میں دینی مزاج عام اور دینی قوتوں میں اضافہ ہوا۔ اکابرِ احرار نے ایک بات شدت سے محسوس کی کہ جب تک دینی ادارے بنیادی طور پر احرار کی نگرانی میں نہیں چلتے اُس وقت تک یکجہتی پیدا ہونا مشکل امر ہے۔ لہٰذا ہم نے اُمّتِ مسلمہ کے تعاون سے اندرون و بیرونِ ملک دینی ادارے قائم کئے ہوئے ہیں جن کی مختصر تفصیل یوں ہے:

★ مدرسہ معمورہ —— دارِ بنی ہاشم، پولیس لائنز روڈ ملتان۔ فون نمبر: ۵۱۱۹۶۱
★ مدرسہ معمورہ —— مسجد نور، تغلق روڈ ملتان ——
★ بُستانِ حمیرا (مدرسۃ البنات) —— دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان ——
★ ساداتؔ اکیڈمی —— دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان ——
★ مدرسہ محمودیہ معمورہ —— ناگڑیاں ضلع گجرات ——
★ مدرسہ ختمِ نبوّت —— مسجد احرار متصل ڈگری کالج ربوہ۔ فون نمبر: ۸۸۶ ——
★ مدرسہ ختمِ نبوّت —— سرگودھا روڈ ربوہ ——
★ دارالعلوم ختمِ نبوّت —— چیچہ وطنی۔ فون نمبر: ۲۹۵۳ - ۲۱۱۲ ——
★ احرار ختمِ نبوّت سینٹر —— چیچہ وطنی ——
★ مدرسہ ابوبکر صدّیق —— ڈھوک ضلع چکوال ——
★ مدرسۃ العلوم الاسلامیہ —— گڑھا موڑ۔ فون: ۱۳ ——
★ مدرسۃ البنات —— گڑھا موڑ۔ فون: ۱۳ ——
★ مدرسہ ختمِ نبوّت —— نوان چوک گڑھا موڑ ——
★ مدرسہ ختمِ نبوّت —— صادق آباد، ضلع رحیم یار خان۔ ——

یہ ادارے سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کے اخراجات اور آئندہ کے منصوبے؛ مسجد ختمِ نبوت ملتان، مدرسہ معمورہ کے بڑھتے ہوئے کام کے پیشِ نظر زمین کی خرید اور تعمیر، دفاتر کا قیام، بیرونی ممالک میں مبلغین کی تعیناتی اور اداروں کا قیام، پچاس کتابوں کی اشاعت —— یہ تمام کام اُمّتِ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعاون سے ہوگا۔ یہ کام آپ ہی نے کرنا ہے۔

تعاون آپ کریں دُعا ہم کرینگے اور اجر اللہ پاک دینگے —— آئیے، آگے بڑھیے اور اجر کمائیے

سید عطاء المحسن بخاری
دارِ بنی ہاشم ○ مہربان کالونی ○ ملتان
ترسیلِ زر کے لئے: اکاؤنٹ نمبر: ۹۹۳۲ حبیب بنک لمیٹڈ حسین آگاہی ملتان۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم
انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

جامع مسجد ختم نبوت

دار بنی ہاشم — مہربان کالونی — ملتان

زیر اہتمام: تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ) عالمی مجلس احرار اسلام پاکستان

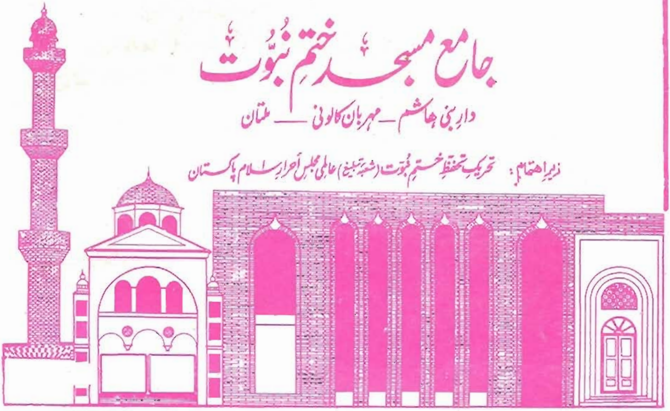

مسجد تکمیل کے مراحل میں ہے، دیواروں کے پلستر اور فرش کی تنصیب، بجلی کی فٹنگ دروازوں اور کھڑکیوں کی تنصیب کا کام باقی ہے۔ اس وقت تعاون کی اشد ضرورت ہے۔ نقد و سامان تعمیر دونوں صورتوں میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں۔ اور اللہ سے اجر پائیں۔

ترسیل زر کے لئے

بذریعہ بنک ڈرافٹ، چیک

بنام ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری

اکاؤنٹ نمبر: ۲۹۹۳۲، حبیب بنک حسین آگاہی ملتان۔